علاج

خوف و حُزن

تالیف

ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب

طلحہ ابراہیم حمید

شائع کردہ

مکتبہ دینیہ دیوبند

باسمہ سُبحانہ تعالیٰ

علاجِ خوف و حُزن

جس میں

غم و حزن و خوف کے جذبات کی نفسیاتی تحلیل کیگئی ہے اور ان کے رفع کرنے کیلئے روحانی و نفسیاتی طریقوں کی نشاندہی کیگئی ہے اور جسمیں امام حافظ ابن ابی الدنیا کے مشہور رسالہ الفرج بعد الشدۃ کا ترجمہ بھی شامل ہے اور ضمیمہ کے طور پر ادعیہ عظیمہ اور استغاثات نافعہ کا نہایت مفید انتخاب بھی پیش کیا گیا ہے

تالیف

ڈاکٹر میر ولی الدّین

منشی فاضل، ایم اے، پی ایچ ڈی (لندن) بیرسٹر ایٹ لا

سابق پروفیسر و صدر شعبہ فلسفہ، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد

ناشر

مکتبہ دینیہ دیوبند، یوپی

فہرست عنوانات

نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

پیش نظر عجالہ میں حیات انسانی کے ان خونخوار جذبات سے بحث کی گئی ہے جن کی تعبیر "خوف وحزن" سے کی جاتی ہے۔ سارے جہاں میں کوئی ایک متنفس ایسا نظر نہیں آتا جو غم والم، خوف وحزن میں مبتلا نہ ہو دریافت کیا گیا ہے کہ زندگی میں آخر غم کیوں ہے؟ خوف کی کیا وجوہ ہیں؟ کیا خوف وغم سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے؟ نفسیات نے کیا طریقۂ علاج پیش کیا ہے اور مذہب نے کن روحانی طریقوں کی اس سلسلہ میں نشان دہی کی ہے؟

الامام الحافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید القرشی ابن ابی الدنیا نے تیسری صدی ہجری میں ایک عجالۂ نافعہ تحریر فرمایا تھا جو اَلْفَرَج بَعْدَ الشِّدَّۃ کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں انسانی مصائب، غم وہم، خوف والم کا روحانی علاج پیش کیا گیا ہے۔ یہ علاج دعا وعبادت، توبہ واستغفار پر مشتمل ہے۔ اس طریقۂ علاج کی عقلی طور پر تائید امام حجۃ الاسلام غزالیؒ نے "المنقذ من الضلال" میں اس طرح فرمائی ہے:-

"جس طرح جسمانی بیماریوں کے رفع کرنے کیلئے اطباء ہوتے ہیں جو مختلف نسخے اور دوائیں پیش کرتے ہیں اور جو قدرت کے الہام یا مسلسل تجربوں کے ذریعہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں اسی طرح مختلف مصائب کے رفع کرنے کیلئے روحانی اطباء بھی گذرے ہیں یعنی انبیاء و اولیاء اور انھوں نے اس مرض

کے لیے خاص خاص دعائیں اور خاص خاص عبادتیں بتلائی ہیں اور ہمیں ان پر شک کرنے کی کوئی عقلی وجہ نظر نہیں آتی۔"

یہ دلیل مادیت کے فلسفہ کے قائل کی نظر میں تو کوئی وقعت نہیں رکھتی لیکن جو لوگ روحانیت یا تصوریت کے حامی ہیں وہ اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

ہم نے امام ابن ابی الدنیا کے رسالہ کا ترجمہ اس کتاب میں شریک کر دیا ہے جس زمانہ میں یہ رسالہ لکھا تھا وہ موجودہ زمانہ کی طرح تاریخ کا ایک انقلابی دور گذرا ہے خصوصاً عالم اسلام کے لئے یہ دور نہایت نازک تھا۔ یہ تیسری صدی ہجری کے وسط کا زمانہ ہے سلطنت عباسیہ کا زوال سرعت سے جاری تھا اہل ملک کی نااتفاقیوں اور دشمنوں کی سازشوں کی وجہ سے اس مملکت اسلامی کے اجزا الگ الگ ہو رہے تھے، ایک طرف خراسان میں بغاوت پھیل رہی تھی تو دوسری طرف مصر اپنی آزادی کا جھنڈا بلند کر رہا تھا، جنوبی علاقوں پر زنجباری و حبشیوں کے حملے شروع ہو گئے تھے، روم کے بحری ڈاکو بحر روم کے ساحلوں پر چھاپے مار رہے تھے، قرامطہ کا گروہ ملک کے مختلف حصوں میں دہشت انگیزی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ان سب کے علاوہ آفات سماوی کا نزول بھی تھا طغیانیاں، قحط سالیاں اور وبائیں مختلف مقامات پر انسانی امن و سکون کو غارت کر رہی تھیں، جس ناز و نعمت میں اس زمانہ کے مسلمان پلے تھے ان کے لئے یہ مصائب واقعی نہایت شدید تھے۔

حافظ ابن ابی الدنیا نے ان کی توجہ روحانی یا دینیاتی طریق علاج کی طرف مبذول کی، اور انھیں توبہ و استغفار، دعا و عبادت کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ اُن کو اس بات کا یقین تھا کہ تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کے بعد حق تعالیٰ مومن کے کامل طور پر ولی، مولیٰ و نصیر ہو جاتے ہیں، ان کی نصرت اس کے ساتھ ہو جاتی ہے اور ان ہی حقائق کی طرف وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ رفع خوف و حزن کیلئے ماثور دعائیں، وہ دعائیں جو اولیائے عظام کو الہام ہوئی ہیں اس عہد کے قصص و روایات اور چند دلچسپ واقعات اور بعض مؤثر اشعار سے انھوں نے اپنے رسالہ میں کام لیا ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں۔

امام صاحب ۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں ان کو شہر وس کی طرف منسوب کیا ہے۔ آپ خلیفہ معتضد باللہ عباسی اور مکتفی باللہ عباسی کے اتالیق بھی رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انھیں ہر روز پندرہ دینار ملا کرتے تھے۔

تاریخ الخلفاء میں سیوطی نے لکھا ہے کہ خلیفہ مکتفی باللہ کے تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد امام نے اس کے پاس دو شعر لکھ بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ استاد کا حق باپ کے حق کی طرح ہوتا ہے جس کا اہل مروت و وفا ضرور خیال رکھتے ہیں۔[1] مکتفی نے ان کی خدمت میں دس ہزار درہم بھیجے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں امام تنگدستی کا شکار ہو گئے تھے جس کی وجہ سے انھیں خلیفہ سے عرض حاجت کرنی پڑی۔

علم رجال کی کتابوں میں انھیں "صدوق وثقہ" کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ ابن حاتم نے ان کی قدرت بیانی کی بڑی تعریف کی ہے۔ کسی مجلس میں وہ چاہتے تو حاضرین کو ہنسا دیتے اور چاہتے تو رلا دیتے ان کی وفات ۲۸۰ھ یا ۲۸۱ھ میں ہوئی ہے۔

تاریخ و سیر کی کتابوں میں ان کے حالات اس سے زیادہ نہیں ملتے۔ یاقوت حموی نے ان کی تصنیفات کی ایک لمبی فہرست دی ہے اور ان کی ایک سو سے زیادہ تعداد بتلائی ہے ان میں سے اکثر و بیشتر ناپید ہیں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ان کتابوں کی فہرست دی گئی ہے جو اس وقت یورپ اور ایشیا کے مختلف کتب خانوں میں قلمی نسخوں کی شکل میں موجود ہیں۔ بتلایا گیا ہے کہ ان کی صرف ایک کتاب "الفرج بعد الشدۃ" طبع ہوئی ہے جس کا ترجمہ پیش نظر رسالہ میں دیا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ یہ رسالہ قاہرہ میں چھپا پھر ہندوستان میں اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ سیوطی نے اس کتاب میں دوسرے مصادر سے استفادہ کرتے ہوئے بہت کچھ اضافہ کیا ہے اور اس کا نام اَلْاَرَجْ فِی انتظارِ الْفَرَجْ رکھا ہے یہ ابن قضیب البان کی کتاب حَلُّ العِقَال کے ساتھ قاہرہ میں چھپی ہے۔

---

[1] ان حق التادیب حق الابوۃ عند اهل الحجا واهل المروۃ

واحق الانام ان یعرفوا ذا لك ویرعوہ اهل بیت النبوۃ

انسائیکلوپیڈیا میں جن کتابوں کی فہرست دی گئی وہ یہ ہے:۔

(۱) کتاب الاشراف، دمشق ۔ (۲) مکارم الاخلاق، برلن ۔ (۳) کتاب العظمۃ یا عجائب المخلوق وائنا (اسٹریا) ۔ (۴) من عاش بعد موت الاربعہ، میونخ (جرمنی) ۔ (۵) فضائل عشرہ ذی الحجہ، لیڈن (۶) کتاب العقل وفضائلہ، دمشق ۔ (۷) قصر الامل، دمشق ۔ (۸) کتاب الیقین، دمشق وقسطنطنیہ (۹) کتاب الشکر، لیڈن وقسطنطنیہ ۔ (۱۰) کتاب قری الضیف، لنڈبرگ ۔ (۱۱) ذم الدنیا، دمشق (۱۲) ذم الملاہی، دمشق ۔ (۱۳) کتاب الجوع، دمشق ۔ (۱۴) ذم المسکر، دمشق ۔ (۱۵) کتاب الرقۃ والبکار، دمشق ۔ (۱۶) کتاب الصمت، دمشق ۔ (۱۷) رسالہ قضائے الحوائج، برلن ۔ (۱۸) کتاب الہواتف، قاہرہ

ان کتابوں کے قلمی نسخے ان شہروں کے کتب خانوں میں موجود ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ۔

ہم نے پیش نظر کتاب کی تیاری میں ان مقالات سے بھی مدد لی ہے جو ہماری تصنیف "قرآن وتعمیر سیرت" میں شائع ہو چکے ہیں ۔ ہمارا مقصود اس کتاب میں "علاج خوف وحزن" کے موضوع پر وہ سارا مواد پیش کر دینا ہے جو ہمیں دستیاب ہو سکا ۔

میں اپنے رفیق کار محترم سید احمد نقوی کا رہین منت ہوں کہ انھوں نے حافظ ابن ابی الدنیاؒ کے رسالہ کے ترجمہ میں میری اعانت فرمائی ۔ رفیق محترم ڈاکٹر ابو نصر خالدی ایم اے ڈی لٹ (قاہرہ) ریڈر شعبہ تاریخ جامعہ عثمانیہ کا میں ممنون کرم ہوں کہ انھوں نے سارے مسودہ کو اول سے آخر تک بامتحان نظر دیکھا اور اس کی خامیوں کو دور کیا ۔ میں ان احباب کا صمیم قلب سے شکر گذار ہوں ۔

إِذَا أَوْلَاكَ ذُو كَرَمٍ جَمِيلًا　　فَكُنْ بِالشُّكْرِ مُنْطَلِقَ اللِّسَانِ

میر ولی الدین

فتح دروازہ، حیدرآباد

۷ر دسمبر ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲

علاجِ خوف و حزن

اگر غم را چو آتش دود بودے — جہاں تاریک بودے جاودانہ
دریں گیتی سراسر گر بہ گردی — خردمندے نیابی شادمانہ (شہید بلخی)

انسان احتیاج کا دوسرا نام ہے، انسان کی عضویت کی تحدید و تقید ہی سے احتیاج پیدا ہوتی ہے یعنی اس کی فطرت ہی میں احتیاج ہے، انسان سراپا احتیاج ہے، وہ حاجت مند ہے، بہ اصطلاحِ قرآنی فقیر ہے اور غم و درد نتیجہ ہیں اسی فقر و احتیاج کا، لہٰذا انسان غم کا پتلا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ اور فطری طور پر اس درد کی دوا چاہتا ہے، درد و غم کا دفع کرنا رفع احتیاج پر منحصر ہے، رفع احتیاج ہی کے لئے انسان شب و روز حیران و سرگرداں رہتا ہے، تمام اسباب و علل کو کام میں لاتا ہے لیکن احتیاج کا سلسلہ لاانتہا ہی ہوتا ہے، ایک احتیاج کی تشفی ہوتی ہے تو دس دوسری پیدا ہو جاتی ہیں اور درد و غم برابر جاری رہتا ہے، لہٰذا کلیہ یہ قرار پاتا ہے۔

عالم ہمہ درد است و دوا می خواہد — از خوانِ کرم برگ و نوا می خواہد
کس بے حاجت نمی تواند دیدن — درویش غذا، شہ اشتہا می خواہد (سحابی استر آبادی)

اس کلیہ کا استثناء "الشاذ کالمعدوم" کا حکم رکھتا ہے جس کسی سے پوچھئے "میاں دل چیست؟"

جواب ملے گا "درون سینہ سوزے و تفے" اگر پوچھا جائے "تن چیست؟" کہے گا "غم و رنج و بلا را ہدفے" کسی اور سوال کا انتظار کئے بغیر خود کہہ اُٹھے گا: "القصہ بہ قصدِ جان مابستہ صفے۔ مرگ از طرفے و زندگی از طرفے"

دل چیست، درونِ سینہ سوزے و تفے ۔ تن چیست؟ غم و رنج و بلا را ہدفے

القصہ بہ قصدِ جانِ ما بستہ صفے ۔ مرگ از طرفے و زندگی از طرفے (مومن یزدی)

یا یوں کہو کہ "ابتلاء" انسان کی تقدیر ہے، اور ابتلاء رہوتی ہے زندگی کی مرغوب و محبوب چیزوں کے روک لئے جانے یا فنا کر دیئے جانے سے، ان پر آفات کے نزول سے، ان کے حصول میں مشکلات کے پیدا ہونے سے، خلش سے درد و غم سے، رنج و الم سے، قلب کے تار ٹوٹنے سے، یا زیادہ جامع قرآنی الفاظ میں یوں کہو خوف سے، جوع (بھوک) سے، مال و ثمرات کے نقص یا کمی سے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ

کائنات کے اندرونی اسرار سے جو لوگ واقفیت رکھتے ہیں ان کا ایقان ہے کہ کائنات کا مبدأ حق تعالیٰ ہیں جو حکمت و خیر کے اعتبار سے مطلق و لامحدود ہیں وہی اس کائنات پر حکمراں ہیں حکم ان ہی کا چلتا ہے مشیت ان ہی کی نافذ ہو رہی ہے، لہذا یہ کائنات مظہر ہے خیر و حکمت کا، پھر درد و غم جو انسان کی زندگی کا ساتھ نہیں چھوڑتے اور ہر رنگ میں انسان جو جلتا رہتا ہے اس میں کون سی حکمت ہے؟ خیر کا کون سا پہلو نمایاں ہے؟ ان ہی واقفان راز کا بیان ہے کہ اہل ذکر یا مشاہدہ پر اس کی حکمت مبرہن ہے۔ اس کی توضیح تین قوانین کی شکل میں پیش کی جا سکتی ہے۔

(۱) درد و غم، سوز و الم نتیجہ ہیں جرم و معصیت کا، گناہ و بدکاری کا، ذمائم اخلاق اور ان سے پیدا ہونے والے افعال و اعمال کا۔ اس راز کو قرآن حکیم نے اس طرح پیش کیا ہے۔

مَا أَصَابَكُمْ مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ

(پارہ ۲۵ - رکوع ۵)

تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے ہے اور بہت سے تو وہ درگذر ہی کر دیتا ہے۔

اسی راز کو کسی اور جگہ زیادہ واضح الفاظ میں یوں ظاہر فرمایا گیا ہے۔

ـمّا اصابتکم مصیبۃ قد	اور جس وقت تم کو ایک تکلیف پہونچی کہ اس سے دو چند
ـبتم مثلیها قلتم انّٰی ھٰذا	تم پہونچا چکے ہو تو کہتے ہو کہ یہ کہاں سے آئی ؟
ـل ھو من عند انفسکم	آپ فرما دیجیے کہ یہ تکلیف تم کو تمہاری طرف سے پہنچی

صاحب کتاب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصول کی تفسیر میں فرمایا۔

ـما ھی اعمالکم تردّ علیکم	یعنی یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جو تم پر لوٹائے جاتے ہیں

کسی اور جگہ زیادہ وضاحت کے ساتھ حدیث قدسی کی زبان میں

اِنّما ھی اعمالکم	یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے جس کو میں محفوظ
اُحصیها علیکم	رکھتا ہوں (تمہارے نامۂ اعمال میں لکھواتا جاتا
فمن وجد خیرًا	ہوں تاکہ ان کا پورا پورا بدلہ تم کو ملے) اب اگر
فلیحمد اللہ و	تم میں سے کسی کو خیر یا بھلائی پہونچتی ہے تو وہ خدا
من وجد غیرها	کا شکر ادا کرے اور اگر کسی کو اس کا غیر، تو وہ
فلا یلومنّ الّا نفسه	صرف اپنے ہی نفس کو ملامت کرے

قرآن و خبر سے اس راز کو معلوم کر کے صوفیائے اسلام نے یہ اصول قرار دے لیا ہے کہ:-

ان جمیع الوجود یقابلکم بحسب	یعنی جو اعمال تم سے سرزد ہوتے ہیں ویسا ہی تم کو
ما برز منکم من الاعمال فانظروا	بدلہ دیا جاتا ہے اس لئے ذرا اپنے اعمال پر نظر رکھنا
کیف تکونون، فانّ الظلّ تابع	کیونکہ سایہ شخص کے تابع ہوتا ہے، اگر کوئی چیز ٹیڑھی
للشاخص فی العوج والاستقامۃ	ہو تو اس کا سایہ بھی ٹیڑھا ہوگا اور اگر سیدھی ہو تو
من طلب استقامۃ الظل مع عوج	سایہ بھی سیدھا ہوگا جس نے توقع کی کہ ٹیڑھی
الشاخص فقد رام المحال (شیخ ابو النجا)	شے کا سایہ سیدھا ہو تو اس نے محال کی تمنا کی۔

یہ وہی اصول ہے جو ہر زبان پر ضرب المثل کے طور پر ہوتا ہے "جیسے عمل ویسے پھل"۔ "ہر چہ بکاری

بدردی" ایک دہقان بھی اپنے بچے کو یہی نصیحت کرتا ہے اور اس کی بات اس کے پیشہ کی وجہ سے خوب سمجھ میں آتی ہے۔

دہقان سال خوردہ چہ خوش گفت با پسر کاے نور چشم من توبجز کشتہ نہ دردی!

اس لئے یاد رکھو اور خوب سمجھ لو کہ یہ سوز و غم جو تمہارے قلب کو کھائے جا رہے ہیں یہ نتیجہ ہیں تمہارے ہی اعمال بد کا، یہ دوزخ جس میں تم جل رہے ہو تمہارے ہی افعال کی بھڑکائی ہوئی آگ سے روشن ہے اور جیسا کہ حضور انور صلعم نے خبر دی ہے کہ آنے والی زندگی میں بھی دوزخی اپنی ہی آگ کو دوزخ میں اپنے ساتھ لے جائے گا۔ جب تم کسی کو دیکھتے ہو کہ وہ تم کو ناحق آزار پہنچا رہا ہے، بے وجہ تکلیف دے رہا ہے، زبردستی ستا رہا ہے تو ذرا سوچ کر دیکھو کہ کیا تم نے بھی اسی قسم کی حرکت کسی معصوم کے ساتھ نہیں کی تھی جس نے تم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تھی؟ ممکن ہے کہ فوراً یاد نہ آئے، لیکن تمہارے تحت الشعور نفس کی گہرائیوں میں یہ واقعہ ضرور مندرج ہے وہ ایک روز تمہارے غور و فکر کرنے پر ظاہر ہو جائیگا۔ ہر حادثے اور مصیبت کے وقت اسی قسم کی سوچ بچار سے کام لیا جائے اور دیانت فکری کو ہاتھ سے نہ دیا جائے تو آدمی بالآخر اس امر کا قائل ہو جاتا ہے کہ

اللوم علیّ لا علیھم

ملامت مجھ پر ہے میرے دشمنوں پر نہیں

کیونکہ سچ پوچھو تو میرا دشمن کوئی نہیں میں خود ہی اپنی ذات کا بڑا دشمن ہوں، دوسرے دشمن تو میری طبیعت ہی کے پیدا کردہ ہیں۔ ع

زادۂ طبع من اند آنانکہ خصمان من اند (خاقانی)

اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی جان و دل سے تصدیق ہو جائیگی کہ "اعدیٰ عدوک نفسک التی بین جنبیک" ترا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے اور درد و الم تیرے ہی ہاتھوں کی کمائی ہے یداک اوکتا و فوک نفخ!

گاہ بما لطف و گاہ بلا می رسد صورت اعمال ما است ہر چہ بما می رسد

مذہب عشق بھی جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا اسی کی تصدیق کرتا ہے۔

ستم از غمزہ میاموز کہ در مذہب عشق　　ہر عمل اجرے و ہر کردہ جزائے دارد　(حافظ)

یہاں اور وہاں، اس زندگی میں اور دوسری زندگی میں یہی قانون یکساں عمل کرتا ہے چنانچہ

عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الجنّۃَ قاعٌ صَفصَفٌ　　جنت ایک صاف و ہموار زمین ہے جس میں کوئی تعمیر

لَیسَ فیہا عمارۃٌ فاکثروا　　نہیں تم دنیا ہی میں جنت کے درخت زیادہ اُگاؤ

من غِراس الجنّۃِ فِی الدُّنیا　　(کہ اُن کو وہاں پاؤگے)

پوچھا گیا کہ ما غِراسُ الجنّۃ یا رسُول اللہ ؟ فرمایا التسبیح و التہلیل اور اسی سلسلہ

ارشاد گرامی تھا: "دوزخی آتش با خود بدوزخ می برد"

لہٰذا یہ بات خوب ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ درد و غم ہو یا راحت و خوشی ہمارے ہی اعمال

تی و ضروری نتائج ہیں، صائب تبریزی نے بھی جاہلوں کی خوب تنبیہ کی ہے:۔

چوں ہرچہ می رسد بتو از کردہ ہائے تواست　　جُرمِ فلک کدام و گناہ ستارہ چیست

جو مصیبت و آفت، درد و غم، گناہوں کی عقوبت یا تعذیب کے طور پر وارد ہوتے ہیں ان کی

یان بس یہی ہے کہ انسان نزول بلا پر صبر نہیں کرتا، اپنی جیسی بے بس و بیکس ہستیوں سے اپیل کرتا

جزع و فزع کرتا ہے، شکایتوں کے دفتر کھول دیتا ہے، "مقام شکوی" میں داخل ہو جاتا ہے اور

ام صبر" سے خارج ہو جاتا ہے عقل و ہوش کھو بیٹھتا ہے، خالق کائنات ہی کو موردِ الزام ٹھیراتا

ے اور عشق ہمدانی کی طرح دریدہ دہن ہو جاتا ہے اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن جاتا ہے۔

خلقتِ من در جہاں یک وصلہٗ ناجور بود　　من کہ خود راضی باین خلقت نبودم، زور بود

حاصلے اے دہر از من غیر شر و شور نیست　　مقصدت از خلقتِ من سیر شر و شور بود

ذات من معلوم بودت نیست مرغوب از چرام　　آفریدستی زبانم لال چشمت کور بود؟

اے طبیعت گر نبودم من جہانت نقص داشت؟　　اے فلک گر من نمی زادی اجاقت کور بود؟

اس حواس باختہ گبر کو یہ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ درد و غم اور مصائب کے دفع کرنے کا واحد علاج یہی ہے

کہ وہ اپنے اعمال کی اصلاح کی جانب توجہ کرے، اپنے نفس کا تزکیہ کرے، قلب کا تصفیہ کرے، اپنے سر کا اوہام باطلہ سے تخلیہ کرے، خیر کی جانب لوٹے، نور کی طرف پلٹے، ظلمتوں سے نکل آئے، زبان لغو کو بند کرے غم والم کی تاریکیاں خود بخود دور ہو جائیں گی، راحت و مسرت و سکینت کا نور اس کی رگ و پے میں سرایت کرنے لگے گا۔

ہر کہ از تقصیر خود شد منفعل — آب رحمت از جبین خویش یافت

خوب سمجھ لو کہ درد و غم وہ اشارات ہیں جو انسان کو اس کے اعمال کی جانب متوجہ کرتے ہیں یہ خیر کی طرف ہدایت کرتے ہیں، ان کا وجود اس پُر اسرار کائنات میں بے معنی نہیں، شر محض نہیں، خیر کے تحقق کا ایک زبردست آلہ ہیں، خیر کی منزل تک پہونچانے کا ایک نہایت قوی ذریعہ ہیں۔ یہ جرائم و معاصی کی ظلمتوں کو رفع کرنے میں نور کا کام دیتے ہیں۔ ایک لفظ میں یوں کہو کہ یہ خام کو پختہ بنانے کے لئے ضروری ہیں! اقبال نے اسی مفہوم کو یوں ادا کیا تھا۔

جہان ما جز انگارۂ نیست — اسیر انقلاب صبح و شام است

ز سوہان قضا ہموار گردد — ہنوز ایں پیکر گل نا تمام است

سوہان قضا پیکر خاکی کے نقص و تحدید کو، کجی و خامی کو، غم والم کے انگارہ سے دور کرتا جاتا ہے اور اس کو کمال کی طرف کھینچ لاتا ہے۔

(۲) بعض دفعہ درد والم، سوز و غم معاصی و جرائم کی عقوبت کے طور پر نہیں عائد کئے جاتے۔ ان سے مقصد محض سزا دینا نہیں ہوتا بلکہ تطہیر ہوتی ہے، تکفیر و تمحیص ہوتی ہے، شہوتوں اور لذتوں کے اندر غرق ہو جانے سے نفس میں تاریکی پیدا ہوتی ہے اور امر الٰہیہ کی مخالفتوں سے قلب مردہ ہو جاتا ہے، درد و غم، سوز والم نفس سے ظلمتوں کو رفع کرتے ہیں، مردہ قلوب کو جلاتے جگاتے ہیں حق تعالیٰ کی طرف نفس کا رخ پھیرتے ہیں جو نور مطلق ہیں قلب ان کی طرف رُخ کر کے نورانی ہو جاتا ہے اور گناہوں کی ساری تاریکیاں اس سے دور ہو جاتی ہیں، بلاؤں اور مصیبتوں سے نفس دب جاتا ہے، ذلیل و خوار ہو جاتا ہے، حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، شہوتوں اور لذتوں سے ٹوٹ کر اُن سے جُڑ جاتا ہے، ربط قائم کر لیتا ہے۔ غم سے زیادہ

مؤثر تطہیر کے لئے اور کوئی شئے نہیں اور بلا آتی ہے اسی تطہیر کی خاطر ع

این بلائے دوست تطہیر شما است (رومی)

اسی مقصود کو پیش نظر رکھ کر عارف روم نے درد و غم (قبض) سے رنجیدہ نہ ہونے کی تاکید فرمائی ہے اور اسی کو سالک کے لئے مفید قرار دیا ہے

چونکہ قبض آمد تو دروے بسط بیں　　تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں

چونکہ قبضے آیدت اے راہ رو　　آں صلاح تست آئس دل مشو

اس خیال سے صوفیائے اسلام نے بلا و مصیبت کو حق تعالیٰ کے انعامات سے بھی بہتر قرار دیا ہے "آلام محبوب بہ از انعام محبوب" بلا خود عطا ہے اور عطا پر غم کیسے؟ "بلا از دوست عطا است و از عطا نالیدن خطا است" منصور حلاج نے اسی جذبہ کے تحت کہا تھا:-

کے زآزار تو بیزار شود جان حسین　　زخم چوں از تو رسد با ہمہ آزار خوشیم

بلا و غم جب تکفیر و تمحیص کے لئے آتے ہیں تو اس کی صاف علامت یہی ہے کہ مبتلیٰ جزع و فزع نہیں کرتا، غیر اللہ سے شکوہ و شکایت نہیں کرتا، اتہام اپنے رب محسن پر نہیں رکھتا بلکہ صبر کرتا ہے اور بے حساب اجر کا امیدوار رہتا ہے اور اپنے دل سے کہتا رہتا ہے۔

اے دل صبور باش و مخور غم کہ عاقبت　　ایں شام صبح گردد و ایں شب سحر شود (حافظ)

(۳) بعض دفعہ بلا و مصیبت محض تطہیر و تکفیر کے لئے ہی نہیں آتی بلکہ ارتفاع درجات اور بلوغ منازل عالیات اس کا مقصد ہوتا ہے۔ یہ قانون اہل اللہ کے متعلق ہے جنھوں نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا ہے جن کے قلوب پاک و مصفیٰ ہیں اور جن میں ربط حق قائم ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کثرت سے بلائیں ان ہی پر نازل ہوتی ہیں چنانچہ البلاء للولاء یعنی بلا دوستوں کے لئے ہوتی ہے، مشہور خاص و عام ہے۔ اس قانون کو راز دان حقیقت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے

اذا احب اللہ عبداً ابتلاہ فان صبر۔　　جب اللہ تعالےٰ بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کو مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں۔ اگر وہ صبر کرے تو اپنا پسندیدہ بنا لیتے ہیں

اجتباہ[1] وان رضی اصطفاہ — اور اگر وہ راضی رہے تو اپنا برگزیدہ قرار دے لیتے ہیں۔

اسی لئے حضرت معروف کرخیؒ فرمایا کرتے تھے

لَیْسَ بِصَادِقٍ فِی دَعْوَاہُ مَنْ لَمْ یَتَلَذَّذْ بِضَرْبِ مَوْلاہُ — جو اپنے مولیٰ کی مار سے لذت نہیں لیتا وہ سچا غلام ہی نہیں

اسی مفہوم کو کسی عاشق نے ان سریلے نغموں میں ادا کیا ہے۔

جاں بلب آمدہ زدرد، کردم از و دوا طلب — گفت اگر تو عاشقی، صبر کن و رضا طلب

یار دمے کہ بر سرت تیغ زند، تو دم مزن — سر بفدائے یار کن ہیچ نہ خوں بہا طلب

محو مراد یار شو، نا شود او بہ کام تو — قابلِ التفات نیست عاشقِ مدعا طلب

انسان کی فطرت کے اقتضاءات وقابلیات کا جن کو حکیمانہ علم حاصل ہے وہ اس قانون کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ منازلِ عالیہ تک رسائی کیلئے درد و غم لابدی و لازمی ہیں۔ تقیید جو انسان کی فطرت ہے اطلاق کے کسی درجہ کی متحمل نہیں ہو سکتی، درد و الم ہی سے اس میں رفتہ رفتہ اطلاقیت پیدا ہو تی جاتی ہے، یہ اطلاقیت کیا ہے؟ نفس کی تحدیدات سے رہائی ہے۔ ذمائم اخلاق تحدید ہی کا نتیجہ ہیں صفاتِ حسنہ کا پیدا کرنا مشقتوں کا برداشت کرنا ہے اور تحمّلِ مشاق موجبِ الم ہوتا ہے لیکن ایک دفعہ جب صفاتِ حسنہ پیدا ہو جاتی ہیں تو انسان ترفّع محسوس کرنے لگتا ہے اور ہزاروں غموں سے نجات پاتا ہے گو درد و غم کو وہ فطرۃً مکروہ سمجھتا ہے لیکن نتائج سے واقف ہونے کے بعد وہ حق تعالیٰ کے اس قول کی تصدیق کرنے لگتا ہے۔

عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا کَثِیْرًا — شاید تم کسی شئے کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر کثیر رکھی ہو۔

اولیاء پر جو بلائیں نازل ہوتی ہیں وہ ان کے درجات کے ارتفاع کے لئے ہوتی ہیں حق تعالےٰ

---

[1] اجتبا کے معنی یہ ہیں کہ اس کو ایک خاص صفت سے مخصوص فرماتے ہیں جس کی وجہ سے انواع نعمت بغیر اس کی سعی و کوشش کے حاصل ہوتی ہیں اور اصطفا کے معنی یہ ہیں کہ اس کو ناشائستہ اخلاق سے صاف کر دیتے ہیں۔

انھیں اپنا قرب عطا کرتے ہیں، فقر و نیستی میں انھیں مبتلا کرتے ہیں، درد و حزن اُن پر طاری کرتے ہیں، اُن سے ارشاد ہوتا ہے اور وہ زبانِ محبوب خوب سمجھتے ہیں۔

البلاءُ کنزٌ من کنوز الجنة ان یعطی الا باولیا ئه

بلا جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے جو صرف اللہ کے دوستوں ہی کو عطا ہوتا ہے

عشاق بلا کی اہمیت وقیمت سے واقف ہوتے ہیں اور مستانہ وار اس کے طالب ہوتے ہیں

دردہ قدح درد کہ آں می باید
دردے کہ زتست بیشتر می باید
تلخ ست عجب لیک بسے خوشگوار است
ہر چند ہمی خورم دگر می باید

کبھی وہ اپنے ساتھیوں کو یہ کہہ کر تسکین دیتے ہیں۔

بفقر و نیستی یک دو روزہ خوش می باش
کہ یار خود زکرم عذر خواہ ما میگردد

ان کے نزدیک جان کے مقابلہ میں تن کی کوئی قدر نہیں اور جان کی قدر "پرتوے جاناں" کی وجہ سے ہے۔ تن اگر تکلیف میں ہو لیکن جاں جاناں کے مراد کے مطابق ہو اور اس کے جمال جہاں آرا سے کیف اندوز تو پھر تن کی تکلیف کا کیا گلہ؟ اسی لئے بلا میں وہ عوام کالانعام کے برخلاف

(۱) کسی غیر کے آگے شاکی نہیں ہوتے اور اپنی تنگ دلی کا کسی کے سامنے اظہار نہیں کرتے تجرّع البلویٰ من غیر الشکویٰ۔ کے اصول کے پابند ہوتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں اِنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔

ستم کشانِ محبت دم از فغاں بستند
گرہ ز جبۂ گشادند و بر زباں بستند (حافظ)

(۲) اپنے باطن میں اتہام اپنے رب پر نہیں رکھتے۔ اس کی حکمت بالغہ میں انھیں کوئی شک نہیں ہوتا وہ حق تعالےٰ سے یہ خطاب سنتے ہیں۔

با درد بساز تو چوں دوائے تو منم
در کس منگر کہ آشنائے تو منم
گر بر سر کوئے عشق ما کشتہ شوی
شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

(۳) انھیں یقین کامل حاصل ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ نے اپنی حکمت بالغہ وعلم لا متناہی سے جو

بات اُن کیلئے اختیار کی ہے وہی ان کیلئے دین و دنیا میں اچھی ہے ع

صلاح ما ہمہ آن ست کاں تراست صلاح

ان کے لبوں پر یہ دعا ہوتی ہے

اللھم خیرلی واخترلی ولا تکلنی الی اختیاری — یعنی اے اللہ چھانٹ دے میرے واسطے اور پسند کرے میرے لئے اور مجھے میرے اختیار کے حوالے نہ کر

حدیث الولی میں اس آخری نکتہ کی پوری وضاحت کی گئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "میرے بندوں میں کوئی ایسا بندہ بھی ہے کہ تونگری یا غنا کے سوا کوئی چیز اس کو صالح نہیں کرسکتی اگر میں اس کو فقیر کردوں تو یہ فقر اس کے ایمان کو بگاڑ دے۔ اور کوئی ایسا بھی ہے کہ اس کو فقیری و درویشی کے سوا کوئی چیز ٹھیک نہیں بنا سکتی اگر میں اس کو غنی کردوں تو غنا اس کے ایمان کو فاسد کردے، اور کوئی ایسا بھی ہے کہ اس کو صحت و تندرستی کے سوا کوئی چیز درست نہیں رکھ سکتی اگر میں اس کو بیمار کردوں تو وہ بیماری اس کے ایمان کو بگاڑ دے، اور کوئی ایسا بھی ہے کہ بیماری کے سوا کوئی چیز اس کے ایمان کو درست نہیں رکھ سکتی اگر میں اس کو تندرست رکھوں تو یہ تندرستی اس کے ایمان کو فاسد کردے، مجھے اپنے بندوں کے احوال سے پوری آگاہی ہے اور میں ان کے مطابق اپنا کام کرتا ہوں"

حق تعالیٰ کی ان ہی حکمتوں سے واقف ہوکر عشاق اُن کی حُسن تدبیر، قضا و اختیار سے راضی اور مطمئن رہتے ہیں اور ہر حال میں "رضا بالعطا" اور "حفظِ حال" کو ضروری سمجھتے ہیں اور قلب کی گہرائیوں سے ع ہرچہ از دوست می رسد نیکوست ۔ کے قائل ہوتے ہیں۔ اسی لئے گو وہ "طبعی غم" میں مبتلا ہوتے ہیں لیکن "عقلی سرور" سے ان کے قلوب خالی نہیں ہوتے! یہ ہے جمع بین الاضداد اور "ضدوں کی جمع کا ہنر" ان ہی کو آتا ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

غرض طبعی حزن و غم کے لحاظ سے کلیہ یہ ہے ع عالم ہمہ درد است و دوامی خواہد۔ یہ درد یا تو گناہوں اور بدکرداریوں کا نتیجہ ہے یا تطہیر و تکفیر کے لئے وارد کیا جاتا ہے، یا رفع درجات کے حصول کے لئے عائد ہوتا ہے، بہرحال

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ (پ ۳۰ رکوع ۶) ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا۔

کے کلی قانون کا کوئی استثنار نظر نہیں آتا۔ انسان کی ساری عمر محنت و رنج، غم واندوہ میں گذرتی ہے، سوز والم میں بسر ہوتی ہے وہ ایک موج بے قرار کے مانند ہے جس کی ماہیت ہی پیچ وتاب ہے اقبال نے اس حقیقت کو خوب بیان کیا ہے۔

چہ پرسی از کجایم چیستم من بخود پیچیدہ ام تا زیستم من
دریں دریا چو موج بے قرارم اگر بر خود نہ پیچم نیستم من

لیکن جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا درد وغم، سوز والم بے معنی نہیں، بے مقصد و بے غایت نہیں اس کا مقصد خودی کی تعمیر ہے، قوت حیات کی توفیر ہے، مبدا حیات، خیر مطلق کی طرف قلب وروح ونفس کو رجوع کرنا ہے۔ اسی مقصود کو پیش نظر رکھنے سے انسان کو طبعی درد کی حالت میں بھی عقلی سرور حاصل ہو سکتا ہے طمانیت وسکینت وبرد قلبی سے حظ وافر مل سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس کو اپنی جہت سے غم ہی غم ہے لیکن حق تعالیٰ کی جہت سے سرور ہی سرور۔ اسی جان بخش نکتہ کو سمجھکر عارف رومی نے وصیت فرمائی تھی۔

چوں بدانستی کہ ظل کیستی فارغی گر مردی دگر زیستی
قطرۂ نوری سراپا نور باش بگذر از غم دائما مسرور باش

فافہم و تدبر!

داروئے غم:۔ آؤ! اب ہم تمہیں اس عقلی سرور کے حصول کا وہ طریقہ بتائیں جو طبعی غم کو بھی زائل کر دے اور تمہارے قلب کو سکینت سے بھر دے۔

باز کشادم بطبیبی دکان مرہم دل دارم و دار دئے جاں

اس طریقے کی صوفیائے اسلام نے تعلیم دی ہے اور یہ وہی طریقہ ہے جو قرابادین قرآن سے ماخوذ ہے اور وہ صرف اتنا ہے کہ "بلاد غم کے نزول کے وقت نظر قلب مُبتلی (بلا میں مبتلا کرنے والے) پر دگی جائے اور وہ حق تعالیٰ ہی ہیں"۔ قرآن حکیم میں اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ:۔

ما اصاب من مصیبۃ اِلّا باذن اللہ (سورۂ تغابن ع۲) اللہ کے حکم کے بغیر کوئی مصیبت نہیں آتی

نیز

قل لن یصیبنا اِلّا مَا کتب اللہ لنا (سورۂ توبہ ع۶) کہہ دو کہ ہرگز نہ پہونچے گا ہم کو مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھدیا۔

اور یہ ایمان واذعان تو ہر مومن کو حاصل ہی ہوتا ہے کہ "فعل جمیل حقیقی ہمہ از جمال است اللہ جمیل و یحبّ الجمال ہاں فرق صرف اس قدر ہو سکتا ہے کہ ایک جگہ جمال جلال کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے اور دوسری جگہ جمال جمال ہی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ پس ایک عاشق صادق کے الفاظ میں

بجز اضمحلال در رویت نعم وگم شدن و حیران ماندن در التذاذ انہا کارے نہ باشد۔ حق تعالےٰ کی نعمتوں کے مشاہدہ میں مضمحل ہو جانے اور اس کی لذت میں گم اور حیران ہو جانے کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں

زیادہ واضح الفاظ میں نزول بلا کے وقت قلب کو بلا پر مرکوز کرنے کے بجائے اس کو "جمیع مدارک وقوی" کے ساتھ مُبتلی یعنی حق تعالےٰ کی ذات مبارک پر مرکوز کر دینا چاہیئے اور اس کے جلال کو (جس کی صورت یہ بلا ہے) اس کے جمال ہی کی ایک شان یا ایک طور جان کر، ان کی یاد، ان کے شکر سے اس قدر بھر دینا چاہیئے کہ لذّت دید کے سوا کسی اور چیز کا خیال ہی قلب میں نہ آسکے، کسی پختہ کار عارف کامل نے اس کیفیت کو یوں ادا کیا ہے:۔

وصل تو چوں دست داد ملک جہاں گو مباش
لعل تو چوں حاصل است جوہر جاں گو مباش

عاشق روئے تو نیست طالب دنیا و دیں
آرزوئے جاں توئی، کون و مکاں گو مباش

گردش گردوں اگر قطع شود، گو بشو،
حاصل فطرت توئی، دور زماں گو مباش

بے تو نیرزد جوئے ہرچہ بود در جہاں
مایۂ جانہا توئی، سود و زیاں گو مباش

خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ نے اس مراقبہ کو اعزّ المشاغیل قرار دے کر طالب کو نصیحت فرمائی تھی کہ "چوں مقصود طالب شہود مطلوب است پس آں ہرچہ شود گو شو"

در ہر دو جہاں ہرچہ شود گو شو گو
وز دور زماں ہرچہ شود گو شو گو

مشغول بحق باش و بر از دو کون — وز سود و زیاں ہر چہ شود گو شو گو (خاتمہ صـ۸)

اس دید و شہود کا نتیجہ وہی ہو گا جو قرآن عظیم میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب — وہی ہے جس نے قلوب مومنین میں سکینت پیدا کی
المومنین لیزدادوا ایماناً مع ایمانھم — تاکہ اور بڑھ جائے ان کا ایمان اپنے ایمان کے
(سورہ فتح ع ۱) — ساتھ۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ طریقہ آسان ہے؟ کیا یہ قابل عمل ہے؟ جب مصیبت نازل ہوتی ہے تو ہمیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جوف معدے میں اعصاب کی جو گتھی ہے اس پر ہتھوڑے کی ایک مار پڑی حواس میں اختلال پیدا ہو گیا، تلخئ بلا سے قلب خون آلود ہو گیا، خوف و حزن کا تسلط قلب و دماغ پر ایسا ہو گیا کہ کچھ بھی تو سوجھنے نہ لگا اور اس رنج رواں کے طوفان میں نفس و قلب و روح اور سارے لطائف حیات غرق ہو گئے!

ہاں، یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن کامل علاج صرف ایک ہے اور وہ فَفِرّوا الی اللہ اور تَبَتَّل الیہ تبتیلا پر عمل کرنا ہے! نزول بلا کے وقت قلب کی توجہ کا حق تعالیٰ کی طرف لگ جانا ہے جو بلا میں مبتلا کرنے والے ہیں اور خود مصیبت و بلا کی طرف سے اس کا ہٹ جانا ہے۔ صوفیائے صافیہ کے الفاظ میں مستانہ وار ایک حملہ کرنا ہے اور علم سے نکل کر معلوم تک جا پہنچنا ہے۔

یک حملہ مستانہ مردانہ بکردیم — از علم گزشتیم و بہ معلوم رسیدیم

یا عاشق وارفتہ کے الفاظ میں معاملہ کی صورت کا یہ ہو جاتا ہے:-

قبلہ و محراب من ابروئے دلدار است و بس — ایں دل شوریدہ را بایں چہ و باں چہ کار (حافظ)

عمل کے لئے علم ضروری ہے، علم قائد عمل ہے۔ یہاں تمہارے لئے کس علم کی ضرورت ہے؟ مبلی کی تمام صفات کی معرفت کی ضرورت ہے۔ مبلی حق تعالیٰ ہیں، ہر بلا کا ظہور حق تعالےٰ ہی کے علم و حکم سے ہو رہا ہے اور حق تعالےٰ ہمارے مولیٰ ہیں، رحیم و کریم ہیں، لطیف و رؤف ہیں، محسن و منعم ہیں، حق تعالیٰ کی ان صفات کے مستحضر رکھنے کی وجہ سے ان کے فضل و رحمت کی امید کا ہمارے دل میں پیدا ہونا ضروری ہے اور حسن ظن

کا قائم ہونا لازمی، اور یہ حسن ظن شیخ جیلی رح کے الفاظ ہیں:-

حوالہ کردن مقاصد خویش بر سابقۂ امر عنایت جناب الٰہی است و نظر قلب است بسوئے حق بے تطمیع فواد و بے تمنیۂ ارواح و نفوس !	اپنے تمام مقاصد کو حق تعالیٰ کے عنایت سابقہ کے حوالہ کرنا ہے اور قلب کی نگاہ کا ان پر جم جانا ہے ایسی حالت میں قلب سے طمع اور روح و نفس سے تمام تمنائیں نکل جاتی ہیں۔

اور ہم چیخ اٹھتے ہیں:-

تو در ولی! نغم ایں و آں کہ پردازد؟	بجائے جاں کہ تو باشی بجاں کہ پردازد؟
زناز نیست ترا فرصت و مرا ز نیاز	کنوں بحال دلِ ناتواں کہ پردازد؟

صوفیہ کرام کی اصطلاح میں یہ جذبہ خواص ہے "توجہ قلب بسوئے حق مع انقطاع عما سواہ"، قلب کا حق کی طرف متوجہ ہو جانا اور غیر حق سے کٹ جانا ع

دل یافت دیدۂ کہ مقیم ہوائے تست (شمس تبریز)

یہ "لا مراد و لا الارادۃ" کا مقام کہلاتا ہے یعنی نفس کی نہ کوئی مراد ہوتی ہے نہ ہی اس کا کوئی ارادہ ہوتا ہے۔ اس مقام کا انسان جلال محبوب کو جمال محبوب سے بہتر خیال کرتا ہے، درد و الم کو انعام سے زیادہ تصور کرتا ہے، جانتا ہے کہ جمال و انعام میں محبوب کی مراد اپنی مراد کے ساتھ ملی جلی ہوتی ہے اور جلال و ایلام میں خالص محبوب ہی کی مراد ہے، اپنی مراد کے برخلاف، "شتان بینما" (مجدد الف ثانی رح جلد سوم مکتوب ۶) اس کے قلب کی کشش دائمی طور پر محبوب ہی کی طرف ہوتی ہے، دنیا و آخرت کی نعمتوں سے اس کا دل رہا ہو جاتا ہے، اس کو تمام احوال و مشاہدات سے یکسوئی و بے نیازی ہو جاتی ہے، حق تعالیٰ ہی سے دائمی آرام و آگاہی حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی کو قرب و اتصال یا وصال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

گشتہ ام در جہاں و آخر کار
دلبرے برگزیدہ ام کہ مپرس! (حافظ)

دوسرے الفاظ میں اس حالت قلبی کو فقر سے تعبیر کیا جاتا ہے جس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فخر کیا ہے۔ الفقر فخری۔ فقر میں قبلہ، توجہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اسی فقر سے غنا پیدا ہوتی ہے جو حق سے کامل نیاز پیدا ہو جانے کی وجہ سے خلق سے بے نیاز ہو جانے کا نام ہے۔

آں کس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند؟ | فرزند و عیال و خانماں را چہ کند؟
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی! | دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند؟

یہ حال تو منتہیوں کا ہے: ان کی نظر "ذات بحت" پر ہوتی ہے۔ ان کا قلب ماسوی اللہ سے فارغ و خالی ہوتا ہے مقصود و مطلوب بجز واجب مطلق کے کچھ نہیں رہتا، تمام مقاصد ان کے سینے سے نکل جاتے ہیں اور ان کی ساری ہمت حق تعالیٰ کی رضامندی کے حصول میں صرف ہو جاتی ہے۔ زندگی کا مقصد ان کے نزدیک یہی ہے اور بس اور اسی طرف وہ خلق کو بھی دعوت دیتے ہیں:

سر رشتۂ دولت اے برادر بکف آر | ویں عمر گرامی بہ خسارت مگذار
دائم ہمہ جا، با ہمہ کس، در ہمہ کار | می دار نہفتہ چشم دل جانب یار

مبتدیوں کا حال اس کی بالکل ضد ہوتا ہے۔ بعض کم نصیب تو اس کا انکار کرتے ہیں:۔

اِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِیْمٌ (الاحقاف) — جب اس کی طرف ہدایت یاب نہیں ہوتے تو کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ قدیم جھوٹ ہے۔

ہمیں ان سے بحث نہیں۔ قلب شہید کے حامل سے ہم کہتے ہیں کہ تم مبتدیوں کے حال پر غور کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ یہ اپنے خدا کو زندگی کے مصائب سے نجات پانے کیلئے استعمال کرتے ہیں گویا وہ ان کی خواہشوں اور تمناؤں کو پورا کرنے کا ایک آلہ ہے وہ محض اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اس سے دعا کرتے ہیں۔ ان کا مطلوب و محبوب ان کی اپنی تمنا ہے، ان کا سینہ ان کی اپنی خواہشوں اور آرزوؤں سے بھرا ہوتا ہے، ہر خواہش پر ان کا دم نکلتا ہے، تلخیوں سے ان کا دل پر خون ہوتا ہے، دراصل یہی آرزو اور ارمان ان کے معبود ہیں! مصائب میں گرفتار ہونے کے بعد ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اپنے سینے سے مقاصد کی نفی کرو اور قلب کو حق تعالیٰ پر مرکوز کرو، اپنے مصائب سے مردانہ وار اپنی نظر اٹھاؤ اور حق تعالیٰ پر اس کو قائم کردو کہ یہی راحت جان اور حصول مقصود کا واحد طریقہ ہے:۔

مکن رغبت بہ چیزے ورنہ حالت بے صفا گردد — برغبت انچہ خواہی عاقبت برہان بلا گردد

بات تو ان کی سمجھ میں آتی ہے لیکن اس پر عمل ان کے لئے ناممکن سا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ قطعاً ناممکن نہیں اس کا آسان طریقہ ہم بتلاتے ہیں ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرو۔

مصائب کے نزول کے وقت تجریدی طور پر خدا کی ذات کی طرف توجہ تام تو واقعی ابتدا میں مشکل ہے ایسے وقت قرآن حکیم کی کسی آیت پر توجہ مرکوز کی جاسکتی ہے۔ مثلاً اس آیت کو لو:۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔ — اپنے رب کے حکم پر صبر کر، کیونکہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہی تو ہے!

اس آیت کے مفہوم پر غور کرے کہ حق تعالیٰ ہماری حالت سے واقف ہیں، پوری طرح باخبر ہیں کیونکہ ہم ان کی نگاہوں کے سامنے ہی ہیں وہی خنجر آزما رہے ہیں اور جو خنجر دست پر قربان ہو جاتا ہے وہ سر سے لیکر پیر تک جان ہی جان ہو جاتا ہے! ہم اس آیت کی تکرار کرتے ہیں اور اس کے مفہوم پر ذہن کو مرکوز کرتے ہیں تو ہمارا دل شوریدہ رفتہ رفتہ ساکن ہوتا جاتا ہے اور روح کو بتدریج روشنی و فہم عطا کی جاتی ہے.... یہاں تک کہ ہمیں یہ یقین ہونے لگتا ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہے، اب بھی اور ایک کروڑ سال بعد بھی!

مبتدی کے یہ بات گو سمجھ میں نہ آئے لیکن اس میں ذرا شک نہیں کہ نزول بلا کے وقت ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ قلب کو حق تعالیٰ سے مربوط کرلیں اور اسی طریقہ سے سکینت و طمانیت حاصل کرنے کی کوشش کریں مصیبت خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، قلب کی سنبھال بڑی چیز ہے! کل ہمیں سولی دی جانے والی کیوں نہ ہو ہمیں آج صرف اتنا ہی کرنا ہے کہ قلب کی وسعتوں میں حق تعالیٰ کو سمالیں اور ان کے سوا کسی اور کی جگہ نہ چھوڑیں۔

دردل بجز یکے نشاید کہ بود — درخانہ اگر ہزار باشد شاید!

اس کا طریقہ ابتدا میں بس یہی ہے کہ کلام اللہ کی کسی موزوں آیت پر توجہ کو پوری قوت سے مرکوز کردیں۔ ابتدا میں ہمیں معلوم ہوگا کہ ہمارا قلب گویا ایک مینا بازار ہے جس میں شور و غوغا، چیخ دپکار کے سوا کچھ نہیں! ہمیں اس کا خاموش کرنا ناممکن سا معلوم ہوگا، لیکن اگر ہم آیت کریمہ کی تکرار کرتے جائیں

تو ہمیں محسوس ہوگا کہ رفتہ رفتہ شور میں کمی ہوتی جارہی ہے۔ ہمیں ہمت و استقلال سے کام لینا ہوگا کیونکہ جب خیال آیت پر جمنے لگے گا پھر مصیبت کا تصور یا اس کی چبھن ہمیں پریشان کرنے لگے گی، اور پھر ہمیں از سرِ نو شروع کرنا ہوگا۔ ایسا معلوم ہوگا کہ گویا ہم ایک عمیق غار میں ہیں جس کی تمام دیواریں چکنی اور پھسلنی ہیں، ہم اوپر چڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور پھسل کر نیچے گر رہے ہیں، گھڑی گھڑی چڑھ رہے ہیں اور بار بار پھسل کر گر رہے ہیں۔ بہرحال ہمت و استقامت کی آخر میں جیت ہوگی اور ہمیں معلوم ہوگا کہ بالآخر توجہ آیت کے مفہوم پر جم رہی ہے اور خدا کی طرف نظر اٹھ رہی ہے اور سکون کی ایک لہر باطن قلب سے سر اٹھا رہی ہے۔

اس حالت یا مقام پر پہونچنے کے بعد ہماری تمنا صرف یہ ہوگی کہ حق تعالیٰ وہی کریں جس میں ہماری خیر ہو۔

ما کارِ خود بیارِ گرامی گذاشتیم — گر زندہ سازد، ار کُشد، رائے رائے دوست

اور ہماری زبان سے بے اختیار نکلے گا

اللّٰھم خِر لی واختر لی ولا تکلنی الی اختیاری — اے اللہ! چھانٹ دے میرے واسطے اور پسند کرے میرے لئے اور مجھے میرے اختیار کے حوالے نہ کر۔

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھلائی تھی۔

اللّٰھم لا تکلنی الیٰ نفسی طرفۃ عینٍ اَوْ اَقلّ مِنْ ذٰلک — مولیٰ ہمیں ایک لحظہ کیلئے یا اس سے بھی کم عرصہ کیلئے ہمارے اپنے نفس (اور اس کی تمناؤں) کے حوالے نہ کر۔

پھر غایت عبدیت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

ان تکلنی الیٰ نفسی تکلنی الیٰ ضُعْفٍ و عورۃٍ وذنبٍ وخطیئۃ — اگر تو ہمیں نفس کے حوالے کردے تو ہمیں ضعف وعیب اور گناہ وخطا کے حوالہ ہی کردیگا۔

ہمیں اپنی تمناؤں کی تکمیل کی کوشش کے بجائے اور زندگی کے معاملات کو اپنی رائے ومرضی کے مطابق سنوارنے کے بجائے رضائے حق کا طالب بن جانا چاہیئے، احکام الٰہی کی رعایت اور اخلاص و توجہ بحق کا دوام ہی، ہماری ساری دولت ہے اور سرمایۂ سعادت ہے

ع این داشتہ باش گو دِگر ہیچ مباش

توچوں گوئے، درین میداں بیندیش | کجا خواہی رسید از کوشش خویش
برو تسلیم چوگاں شو زمانے | مگر یابی ز حال خود نشانے

بہت سے افراد ہیں ایسے بھی نظر آئے جو زندگی کی کسی تکلیف کو دور کرنے کیلئے برسوں درد ورقت کے ساتھ دعائیں کرتے رہے، آخر میں تھک کر اور "سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے" کہہ کر انھوں نے رضا بالعطاء حفظِ حال اختیار کیا فوراً ہی ان کے حالات میں ایک ایسا تغیر پیدا ہوا جو ان کی آرزوؤں اور تمناؤں سے بھی بہتر تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دعائیں مرضی حق کے مطابق نہ تھیں اور انھوں نے کبھی اپنے قلوب کی گہرائیوں سے نہیں کہا تھا:۔

رضیتُ باللہِ ربًّا | میں اللہ کی ربوبیت یا طریق پرورش سے راضی ہوا

انھوں نے ربوبیت کا بوجھ اپنے ہی کمزور کاندھوں پر اٹھا رکھا تھا اور اپنے کار و بار کے خود رب بن گئے تھے اور جب بالآخر انھوں نے محسوس کیا کہ اس سے تو کام نہیں چلتا اور

ع من بدست دوست دادم اختیارِ خویش را

کہہ کر انھوں نے توافق بالقضا پر اپنے نفس کو آمادہ کر لیا اور

برخدا بگذاشتم این کار و بارِ خویش را | میر ساماں ساختم پروردگارِ خویش را
یا بگذاشتہ ایم بدستِ خویش بد و | گر بکشد و ر زندہ کند او داند

حضرت کریم جلّ شانہٗ سے تقاضہ چھوڑ کر حسن ظن سے کام لینا شروع کیا تو ان کی ساری الجھنیں سلجھ گئیں۔ اسی لئے تو کسی عارف نے کہا تھا۔

سالک را دو حال باید، یکے سوختن بے تکلف دیگرے ساختن بے تصرف | سالک کو دو حال سے سابقہ پڑتا ہے۔ یا تو وہ بغیر تکلف کے جلتا رہے یا بغیر نفسی تصرف کے رضائے الٰہی اختیار کرے

جیسا کہ کہا گیا ہے:۔

کمالِ عاشقی پروانہ دارد | کہ جز از سوختن پروا نہ دارد

ہمیں نہ کسی سے لڑنا ہے نہ جھگڑنا، نہ اپنے آپ سے الجھنا، ہمیں صرف جاننا ہے کہ اس کائنات کے حوادث یومیہ واجب الوجود جل شانہٗ کے ارادے سے پیدا ہو رہے ہیں اور اسی کے فعل سے ظہور پذیر ہوتے ہیں، لہذا اپنے ارادے کو حق تعالیٰ کے ارادے کے تابع بنا کر اُن حوادث کو اپنی مرادیں سمجھنا چاہیئے اگر بندگی ہے تو یہ نسبت ضرور پیدا کرنی چاہیئے ورنہ بندگی سے انحراف اور اپنے مولیٰ جل شانہٗ سے مقابلہ کرنا ہے۔ حدیثِ قدسی میں آیا ہے:-

من لم یرض بقضائی ولم یصبر	جو میری قضا سے راضی نہیں اور میری بلا پر صبر نہیں کرتا
علیٰ بلائی فلیطلب ربًّا سوائی	وہ میرے سوا کسی اور رب کو تلاش کرے اور میرے
ولیخرج من تحت سمائی[1]	آسمان کے نیچے سے نکل جائے۔

ہماری زندگی ایک روحانی کائنات میں بسر ہو رہی ہے: یہ روحانی قوانین کے زیرِ تصرف و حکمرانی ہے، روحانی قوتیں اس کو چلا رہی ہیں، تمام حوادث حق تعالیٰ ہی کے فعل سے ظہور پذیر ہو رہے ہیں، ہر تجربہ میں حق تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔ ہمیں کرنا صرف یہ ہے کہ اپنے ارادے کو حق تعالیٰ کے ارادے کے تابع بنا کر نظر اُن کے فعل پر جما کر قلب کو ساکن و مطمئن رکھیں اور لذتِ دید سے محظوظ ہوتے رہیں۔

ہمہ تن چشم شو چو نرگس   تا بہر دیدہ دوست دیدہ شود

غم و الم ہمیں ہوائے نفس سے خالی کرنے اور ہمارے ارادہ کو ارادۂ حق میں تبدیل کرنے آتے ہیں۔ ان تلخیوں کا مقصود ہمارے قلب سے ساری تلخیوں کو دور کرنا ہوتا ہے! اس راز کو ایک عاشق شیدا نے حق تعالیٰ کی زبان سے یوں ادا کیا ہے:-

من ترا غمگیں و ہم گریاں کنم	تاکت از چشمِ بدت پنہاں کنم
ازاں بجوشانم کہ مکروہ منی	بلکہ تا گیری تو ذوق چاشنی
ازیں حدیث تلخ می گویم ترا	تا ز تلخیہا فرو شویم ترا

---

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ، مکتوبات، جلد سوم۔ مکتوب ۵۹

تو زتلخی چوں ہمہ پر خوں شوی　　پس زتلخیہا ہمہ بیروں شوی

اس ساری گفتگو کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھ لے کہ ہمیں اپنے فرائض زندگی کی ادائی میں جدوجہد نہیں کرنی چاہیئے **تعطّل** کی زندگی بسر کرنی چاہیئے، نہیں، یہاں تعطّل حرام ہے انعطلۃ حرامٌ ہمیں مردانہ وار قدم اُٹھانا چاہیئے، زندگی کے تمام فرائض کو جرأت و استقلال سے ادا کرنا چاہیئے۔

شیر شو شیرانہ در صحرائے شیراں پائے نہ　　مرد شو مردانہ پندِ ناصحاں را گوش گیر!

ہمیں مجاہدانہ زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ لیکن اسی دوران میں ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمیں صحیح وقت پر صحیح مقام تک پہنچایا جا رہا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعات کچھ ایسے مل جل کر کام کر رہے ہیں کہ انجام تعجب خیز طریقہ پر اچھا ہو رہا ہے اور صاف طور پر نظر آتا ہے کہ حق تعالیٰ کا دستِ کرم ہماری رہبری کر رہا ہے، وہ حالات میں ترتیب و تطابق پیدا کر رہے ہیں، خارِ خشک بھی گلِ تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس حالت میں ہم عقلِ معاش کے پرستاروں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:-

دل اندر زلفِ لیلیٰ بند و کار از عقلِ مجنوں کن　　کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (سورۂ ملک ع ۲)

تو کہہ وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم نے اسی پر بھروسہ کیا، سو اب تم جان لو گے کہ کون پڑا صریح گمراہی میں!

علاجِ خوف

غم و حزن کے علاج کے سلسلہ میں اوپر جو کچھ معروضات پیش کئے گئے وہ تجربہ کی رو سے خوف کے رفع کرنے کے لئے بھی کافی ثابت ہوتے ہیں، لیکن ہم یہاں اس خونخوار جذبہ سے نجات کیلئے کچھ اور تفصیلات پیش کرنا چاہتے ہیں جو رفع حزن کے لئے بھی یکساں مفید ہیں۔ بعض نکات کی تکرار سے بھی گریز نہیں۔

زندگی اور خوف:- انسان کی دوروزہ زندگی خوف و خطر سے بھری نظر آتی ہے، اس کے قلب پر

اس خونخوار جذبہ کا پورا تسلط دکھائی دیتا ہے جب وہ بستر سے اٹھتا ہے تو لرزاں و ترساں اٹھتا ہے اور تمام دن کے غم و غصّہ کے بعد جب وہ پھر بستر کی طرف لوٹتا ہے تو بھی خائف و ہراساں ہوتا ہے۔ وہ ڈرتا کس چیز سے ہے؟ کسی کو تو بیماری کا خوف ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بیمار ہو جائے اور دنیوی کامیابی کی ساری توقعات مٹی میں مل جائیں، جب کسی عزیز یا دوست کی بیماری کی خبر سُن لیتا ہے تو بے چین اور پریشان ہو جاتا ہے، ڈرتا ہے کہ کہیں یہ مر نہ جائے! کسی کو خوف ہے کہ وہ ساری دولت کھو کر فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہو جائے، ضعف و ذلت کا شکار نہ ہو جائے، کسی کو ملازمت کی طرف سے خطرہ ہے وہ حالات کو تشفی بخش نہیں پاتا، ڈرتا ہے کہ کہیں بہت جلد اس کو بے روزگاروں کی صف میں کھڑا نہ ہونا پڑے، ٹکڑوں کو محتاج نہ ہو جائے، رزق کا دروازہ اس پر بند نہ ہو جائے۔ کوئی اپنی ذمہ داریوں سے گھبرا رہا ہے، یہ ناقابلِ برداشت نظر آ رہی ہیں اور وہ محسوس کر رہا ہے کہ اس کی قوتیں زائل ہو رہی ہیں، اس کا دل بیٹھا جا رہا ہے اور وہ اپنے بلند مقام سے گر رہا ہے، کوئی ہے کہ اپنے ہم جنسوں سے ملنے سے گھبرا رہا ہے وہ ان سے گفتگو نہیں کر سکتا، خوف سے اس کی زبان سوکھی جا رہی ہے اور پسینوں میں ڈوب رہا ہے۔ کوئی خوف زدہ ہے لیکن نہیں جانتا کس چیز سے؟ اس کو اپنا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے، خطرے کا وہ تعین نہیں کر سکتا، لیکن خوف کی لہریں اس کے قلب میں اٹھ رہی ہیں اور وہ بزدلی کی موت مر رہا ہے۔ غرض خوف کا جذبہ عالم گیر ہے، ہر شخص اس کا شکار ہے، کون ہے جس کو فکر نہیں، خوف نہیں، غم نہیں؟ شیخ عماد الدین فضل اللہ نے جو بات غم کے متعلق کہی ہے وہ خوف کے متعلق بھی صحیح معلوم ہوتی ہے اور نفسیاتی طور پر غم نتیجہ ہے خوف کا:

غم را ز من نہ مرا گریز از غم نیست — یاران قدیم را شکست از ہم نیست
غم خوئے بمن کردو من خوئے بغم — ہمچوں من و غم دو یار در عالم نیست

کیا خوف سے نجات بھی ممکن ہے؟ کیا اس ظالم جذبہ کی مردافگن قوت کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور اس پر فتح حاصل کی جا سکتی ہے؟ کیا زندگی کے چند روز طمانیت خاطر و بردِ قلبی کے ساتھ بسر کئے جا سکتے ہیں؟ علمائے نفسیات نے اس کا کیا علاج تجویز کیا ہے؟ حکماء نے کائنات کی کنہ و حقیقت پر غور کرنے

کے بعد کیا اس کو بے درد و بے رحم قوتوں کے ظلم و ستم کا نتیجہ قرار دیا ہے؟ کیا کائنات انسان کے لئے ایک صلیب کے مانند ہے جس پر بالآخر اس کو جان دینا ہی ہے، خواہ ہمت و پامردی کے ساتھ یا بزدلی و نامردی کے ساتھ، لرزاں و ترساں؟ قرآن حکیم خوف سے کس حد تک نجات دیتا ہے؟ لاتخافوھم وخافون ان کنتم مومنین (پ ۴ ع ۹) کے کیا معنے ہیں؟ کیا کوئی مخلوق دمربوب شئی حقیقت میں نافع یا ضار ہوسکتی ہے؟ اگر نہیں تو پھر خوف کیوں؟ کیا یہ وہم کا نتیجہ تو نہیں؟ باطل علم کی پیداوار نہیں؟ کیا اس سے نجات علم کی تصحیح سے ہوسکتی ہے؟ علم صحیح کے استعمال سے ہوسکتی ہے؟

خوف سے نجات کا طریقہ؟ :۔ قرآن کریم کی تعلیم کی رو سے خوف سے نجات اور ان زنجیروں سے رہائی جن سے خوف نے ہماری گردنیں باندھ رکھی ہیں دو طریقوں سے ہوسکتی ہے:۔ ایک طریقہ ذہنی ہے اور دوسرا خارجی۔ پہلا طریقہ علم کی تصحیح پر مشتمل ہے اور دوسرا علم صحیح کے استعمال پر۔

(۱) **تصحیح علم** :۔ خوف سے رستگاری حاصل کرنے کیلئے تمہیں سب سے پہلے اپنے مابعد الطبیعاتی مسلمات کا جائزہ لینا چاہیئے۔ دین کی زبان میں یہ "عقائد" کہلاتے ہیں انھیں "ایمانیات" بھی کہا جاتا ہے۔ ان ہی کو عقل سے ثابت کرنے کی فلسفہ یا کلام میں کوشش کی جاتی ہے اور دین میں ان پر محض ایمان لایا جاتا ہے اور ان کو ورا طور عقل سمجھا جاتا ہے لیکن یہ خلاف تجربہ اور مخالف وجدان نہیں ہوتے۔ یہ دینی زندگی کے وہبی، جذباتی اور حسی میلانات کی گہرائیوں میں اپنی جڑیں جمائے ہوئے ہوتے ہیں، تجربہ ان کی تائید کرتا ہے، وجدان ان کو اپنے ذوق کے مطابق پاتا ہے اور عقل ان کا ابطال یا تردید نہیں کر سکتی۔

ایسا پہلا عقیدہ جس کو مان لینے کے بعد خوف (اور حزن) سے قطعاً رہائی مل جاتی ہے حق تعالیٰ کے رحیم اور حکیم ہونے پر ایمان لانا ہے، فلسفیانہ الفاظ میں یوں سمجھو کہ کائنات تمہاری دشمن نہیں دوست ہے۔ تم روحانی کائنات میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہو، روحانی قوانین کی تم پر حکمرانی ہے، یہ قوانین کورانہ نہیں، ان کی ایک غایت یا مقصد ہے۔ اگر تم ان کی ماہیت کو سمجھ کر ان کے ساتھ تطابق یا توافق پیدا کروگے تو تم ان کو اپنا رفیق کار پاؤ گے اور نتیجہ طمانیت و تسکین قلبی ہوگا۔ اگر تم نادانی اور جہل سے ان کی

خلاف ورزی کروگے تو نقصان تمہارا ہی ہوگا، خوف وحزن میں مبتلا ہوگے اور غم و یاس سے نجات نہیں ملے گی اور اس کا باعث خود تمہارا جہل ہوگا اور جہل سے پیدا شدہ غلط عمل۔ یقین و ایمان کی ظاہرانہ قوت سے قطعی طور پر مان لو کہ یہ دنیا اچھی چیز ہے کیونکہ اس کا مبدا، خیر ہے۔ یہ مبدا، خود حق تعالیٰ ہیں جو قدیر بھی ہیں، حکیم بھی ہیں اور رحیم بھی۔ حق تعالیٰ خالق کائنات ہیں، جان کر کائنات کو پیدا کیا ہے۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں حق ہے، بجا ہے، سراسر حکمت سے مملو ہے، باطل کا وہاں کوئی شائبہ نہیں ما صنع اللہ فھو خیر۔ ع

زنیکو ہرچہ صادر گشت نیکو است!

جب تمہارا یہ عقیدہ راسخ ہو جائے گا تو جہت خیر تم پر مبرہن ہو جائے گی، خیر کا جلوہ تمہیں ہر طرف نظر آنے لگے گا، محاسن و کمالات پر تمہاری نظر جائے گی، دل میں اور نظر میں، بصر میں اور بصیرت میں حق جلوہ افروز ہوگا، یعنی تمہاری طبیعت اور تمہاری فطرت بدل جائے گی، وہ عیب جو اور عیب بیں نظر باقی نہ رہے گی، وہ ذہنیت باقی نہ رہے گی جو ہر جگہ نقص کی تلاش کرتی ہے اور اس پر اعتراض کرتی ہے مستقبل کو خوف کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور واقعات کی وقوع سے پہلے ہی ان پر شر کا حکم لگاتی ہے اور وہمی بھوتوں سے لرزتی اور کانپتی ہے۔

ایمان کی آنکھ سے دیکھو اور یقین کرنے والے قلب کی باتوں پر غور کرو: حق تعالیٰ رحیم ہیں کان بالمؤمنین رحیماً ان کا قول ہے وہ مومن پر رحیم ہیں، وہ اس کے دوست ہیں، مددگار ہیں، مولیٰ ہیں، نصیر ہیں۔ وہ حلیم و کریم ہیں، غفور و رحیم ہیں ان اللہ بکم لرؤف رحیم وہ تو ہیں سلامتی، امن و رحمت ہی کی طرف بلاتے ہیں اللہ یدعوا الی دار السلام ان کا فضل و کرم عظیم ہے وَاللّٰہُ ذُوالفضلِ العظیم وہ ہمارے سچے دوست ہیں: اللہ ولی الذین آمنوا۔ جب حق تعالیٰ مومن کے مولیٰ ہیں، اس پر رحیم ہیں اور ذوالفضل العظیم ہیں تو پھر اس کو کس چیز سے خوف ہو سکتا ہے؟ حق تعالیٰ نے کو اپنا ولی جان کر وہ کس چیز سے ڈر سکتا ہے؟ وہ تو حق تعالیٰ کے زیر پرورش ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ نے اس کے ساتھ بشان رحمت پیش آتے ہیں، اس کے تمام معاملات کے کفیل ہوتے ہیں، وکیل ہوتے

ہیں. جب یہ ادراک مومن کے قلب میں قوی ہو جاتا ہے تو اب وہ بہ یک جست خوف و حزن سے آزاد ہو جاتا ہے اور لا خوفٌ علیہم ولا ھم یحزنون کا مصداق بن جاتا ہے۔

خوف کے وقت حق تعالیٰ کے رحیم و کریم ہونے پر غور کرو، مضطرب قلب کو، پریشان دماغ کو، معطل حواس کو کچھ دیر کے لیئے اس نقطہ پر مرکوز کر دو یہی وہ نقطہ ہے جو انوار کا منبع ہے، قوتوں کا مرکز ہے، توانائیوں کا مبدا ہے. اسی پر نظر جما کر تم خوف سے نجات حاصل کرو گے، تمہارا الجھن دور ہو گا، حزن رفع ہو گا تم کو سکون حاصل ہو گا، سرور حاصل ہو گا، طمانیت و سکینت قلبی نصیب ہو گی؛ جب حق تعالیٰ حکیم و رحیم ہیں اور وہی جہاں دار ہیں تو ظاہر ہے کہ ع

جہاں دار داند جہاں داشتن

اب مجھے کسی تجربہ سے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے:۔ ع

ہر چہ آں خسرو کند شیریں بود

ہر واقعہ کی تخلیق اس ہمہ خیر قوت سے ہو رہی ہے جو حکیم مطلق بھی ہے اور رحم و کرم مطلق بھی، اب زندگی کا کوئی واقعہ میرے لئے مضر نہیں ہو سکتا، وہ بحیثیت مجموعی بالآخر میرے لئے مفید ہے، خیر برتر کے حصول کا ذریعہ ہے۔ یہ میرا جہل ہے کہ باوجود حق تعالیٰ کو ولی اور رحیم ماننے کے خیال کرتا ہوں کہ وہ مجھے نقصان پہونچانا چاہتے ہیں، درپے آزار ہیں. جب تھوڑے سے غور و فکر کے بعد میری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ حق تعالیٰ رحیم ہیں اور میرے حال کے علیم، تو جمعیت تامہ مجھے نصیب ہوتی ہے اور خوف بالکل رفع ہو جاتا ہے؛ قرآن کریم نے بہانگ دہل اعلان کیا ہے کہ اس علم و ادراک کے بعد قلب کا اطمینان قطعی و یقینی ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ، اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد آیت ۲۶)

جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کے ذکر (توجہ قلبی) سے ان کے دل کو اطمینان ہوتا ہے، خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔

دوسرا اصول جن پر ایمان لے آنے کے بعد خوف قطعی طور پر دور ہو جاتا ہے حق تعالےٰ کی معیت کا

عقیدہ ہے حق تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں جہاں کہیں ہم ہوں وھو معکم اینما کنتم (پ ۱۷ ع ۱) وہ ہم سب سے غائب نہیں بعید نہیں اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ میرا رب مجھ سے قریب ہے میری دعاوں کا قبول کرنے والا ہے نَّہٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ: بیشک وہ مجھ سے قریب ہے اور میری سنتا ہے جب کسی اعرابی نے پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہمارا رب نزدیک ہے کہ ہم اس سے سرگوشی کریں یا دور ہے جو ہم اس کو پکاریں تو جواب میں یہ آیت نازل ہوئی:-

واذا سألك عبادی عنّی — جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو
فانّی قریب — ان سے کہہ میں قریب ہی تو ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لوگ بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے تو آپ نے فرمایا:-

یا ایھا الذین اربعوا علی انفسکم — اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو (یعنی آہستہ کہو) تم کسی بہرے
انکم لاتدعون أصمّا ولا غائبًا — اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، تم پکار رہے ہو سننے
انکم تدعون سمیعًا بصیرًا وھو — اور دیکھنے والے کو جو تمہارے ساتھ ہے، اور تم جس کو
معکم والذین تدعونه اقرب الی — پکار رہے ہو وہ تمہاری اونٹ کی گردن سے بھی زیادہ
احدکم من عنق راحلة — قریب ہے۔

یہ حدیث وماکُنّا غائبین کی تفسیر ہے اور فانّی قریب کی تشریح۔ سچ ہے

خواب جہل از حرم قرب مرا دور فگند — ورنہ نزدیک تر از دوست کسے ہیچ نہ دید

جب مجھے اس امر کا تحقّق ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ ہمیشہ میرے ساتھ ہیں، مجھ سے بہت قریب ہیں، اقرب ہیں، اپنی رحمت کاملہ کے ساتھ مجھ سے قریب ہیں، مونس و رفیق ہیں، یار مہربان ہیں، قوت بازو ہیں، پناہ ہیں، سہارا ہیں، وہی حق تعالیٰ جن کے حضور میں رات کی سیاہی اور دن کی سپیدی، آفتاب کی شعاع اور چاند کا نور، درخت کے جان دار اور پانی کے حیوان سجدہ ریز ہیں، جو محسن و مکرم و منعم ہیں، جو حرز ضعفاء و فقراء ہیں، وہ میری حفاظت فرما رہے ہیں، ان کے قرب و معیت کی وجہ سے میں ہر شر و گزند سے محفوظ

ہوں، ان ہی کے حفظ و امان میں ہوں تو پھر خوف میرے قلب سے دور ہو جاتا ہے اور سرور و اطمینان بلکہ ایک ذوق و مستی پیدا ہو جاتی ہے :-

در ہجر تو بودہ اندوہ و آزارم — از وصلِ تو رفت ہستی و پندارم

شادی آمد و نصیب جانم شد — اکنوں جان و تن خویش ابراحت دارم

لیکن خوف یا غم و حزن کی حالت میں حق تعالیٰ کے قرب و معیت کا احساس اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم راحت و آسودگی، فراغت و طمانیت کی حالت میں بھی حق تعالےٰ کی یافت و شہود سے غافل نہ رہے ہوں، ان کی یاد سے ذہول نہ رہا ہو اور کسی عارف کے یہ الفاظ ہمارے پیشِ نظر رہے ہوں :-

تشنۂ او میر گر تو زندۂ — خاک آں در باش گر تو بندۂ

ذرۂ دردِ خدا در دل ترا — بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

اگر ہم نے آسودگی و راحت میں حق تعالےٰ کی معیت کا ادراک قائم نہ رکھا ہو تو خوف و مصیبت کے وقت ہم اس کی معیت کا ادراک نہیں قائم کر سکتے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں نہایت بے رحمی کے ساتھ دشمن کے حوالے کر دیا گیا ہے! اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی توجہ ہر حالت میں خواہ وہ نعمت و راحت کی ہو یا بلا و مصیبت کی حق تعالیٰ کی جانب لگائے رکھیں، ان ہی کی یاد میں زندگی بسر کریں، ان کی معیت و قرب کا ادراک کرتے رہیں۔ حضورِ انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ کو اس بنا پر نصیحت فرمائی تھی۔

اُذکراللہَ فِی الرَّخاءِ یذکرک فِی الشِّدَّۃِ — اللہ کی یاد چین کی حالت میں کر، وہ تجھ کو سختی کی حالت میں یاد کرے گا۔

جب انسان آسائش اور چین کی حالت میں حق تعالےٰ کی یاد نہیں بھولتا تو حق تعالےٰ بھی اُس کو خوف و مصیبت کی حالت میں نہیں بھولتے اس لئے تائید کے ساتھ حکم ہوا ہے۔

فَلْیُکثِرِ الدُّعاءَ عِنْدَ الرَّخَاءِ — چین اور آسائش کے وقت زیادہ دعا کرتے رہو

جانتے ہو کہ چین کی حالت میں دعا کرنے کا کیا مطلب ہے؟ یہ ادراک کہ ہر نعمت دراصل حق تعالیٰ ہی کی

طرف سے عطا کی جاتی ہے مَا بِکُمْ مِنْ نِعْمَۃٍ فَمِنَ اللہِ حقیقت میں منعم قاسم، فاعل، مُسبّب، موجد حق تعالیٰ ہی ہیں، انؐ ہی کی مرضی کے مطابق نعمتوں کا استعمال ضروری ہے اس کو دوسرے الفاظ میں شکر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور مومن کی شان میں فرمایا گیا ہے:

المومن شکورٌ عند الرخاء — مومن چین و شکر کی حالت میں حق تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کرتا ہے

کجا لب صدف و شکر ابر نیسان ست
کہ از شمار بروں قطرہ ہائے باران ست (حافظ)

اگر ہم آسائش و نعمت کے وقت حق تعالیٰ کو یاد نہ رکھیں، نعمتوں کو ان ہی کی جانب سے نہ سمجھیں اور اس طرح اپنا رخ اُن ہی کی جانب نہ کئے رہیں تو خوف و حزن کے وقت ہم حق تعالیٰ کی رحمت و رافت کا ادراک قائم نہیں کر سکتے جو ہماری نجات کا واحد ذریعہ ہے چین و آسائش کے وقت حق تعالےٰ کی یاد ہمیں اس قابل بناتی ہے کہ خوف و حزن کے وقت ہم ان کی معیّت کا ادراک کر سکیں، ان کی رحمت کاملہ کو اپنا مونس و رفیق پا سکیں۔ اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ کو فرمایا تھا کہ اے لڑکے:

اِحفظ اللہَ یحفظکَ اللہ — خدا کی نگہداشت کرو، خدا تمہاری نگہداشت کریگا

احفظ اللہ تجدہُ اَمامَکَ — خدا کو حاضر جانو تو اس کو اپنے سامنے پاؤگے۔

اگر ہم حق تعالےٰ پر نگاہ رکھیں، یعنی ان کی معیّت یا قرب کے ادراک میں رہیں تو حق تعالیٰ ہمیں اپنی نگاہ میں رکھتے ہیں (اپنی رحمت و نصرت سے)۔ اگر ہم حق تعالیٰ کی معیّت کا ادراک قائم رکھیں تو ہم انھیں اپنے سامنے ہی پاتے ہیں!

حق تعالےٰ کی معیّت کے ادراک کے قوی ہوتے ہی ہمارے قلب کی کامل حفاظت ہو جاتی ہے اس کی گہرائیوں سے سکینت و طمانیت کی لہریں اُٹھنے لگتی ہیں، اور خارجی حالات میں بھی خوشگوار تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور ہم تمام مصائب سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور خوف و حزن سے رہائی مل جاتی ہے

اگر تم خوف سے بالکلیہ رہائی کے خواہاں ہو، اس کی بیخ و بنیاد کو صحن قلب سے اکھاڑ کر پھینک دینا چاہتے ہو جمعیت تامّہ کے حصول کے خواہشمند ہو تو خود شناس بنو، عرفان نفس حاصل کرو، اپنی حقیقت

سے آگاہ ہو جاؤ۔ اس عرفان کا آلہ محض عقل نظری نہیں اس کے لئے اس عقل کی ضرورت ہے جو بقول اقبال "ادب خوردہ دل" ہے عقل نظری یا قیاسات عقل یونانی تمہیں خود شناسی میں زیادہ مدد نہیں دے سکتی یہ زیادہ تر اوہام باطلہ کا نقشہ تمہاری نگاہوں کے سامنے پیش کرتی اور پھر اس کو بگاڑتی رہتی ہے۔ یہی اس کا محبوب مشغلہ ہے، یہ تمہیں لذت حضور سے محروم رکھتی ہے کیونکہ خود اس کی تقدیر میں حضور نہیں۔

انجام خرد ہے بے حضوری ہے فلسفہ زندگی سے دوری

تمہیں یہاں اقبال کی نصیحت پر عمل کرنا چاہیئے جو "پیر روم" کی ہدایت کے مطابق تم سے کہہ رہے ہیں

ع عقلے بہم رساں کہ ادب خوردۂ دل است

یہ عقل تمہیں اس وقت حاصل ہوگی جب شیخ بو علی سینا کی تحقیقات سے صرف نظر کر کے "سخن محمدیؐ" سے دل بستگی پیدا کرو؛

دل در سخن محمدیؐ بند اے پور علی ز بو علی چند (حکیم خاقانی در تحفۃ العراقین)

اب تمہیں اس عقل کے ذریعہ جو نورِ وحی کی ہدایت و رہبری میں قدم اٹھا رہی ہو اپنی ذات کی معرفت حاصل کر لی چاہیئے۔ اس معرفت کے حصول کے بعد تم کو اپنی "عبدیت" کا علم ہو جائے گا کہ تم ذات وماہیت کے لحاظ سے معلوم ہو، خارجاً مخلوق ہو، غیرِ ذاتِ حق ہو، حق تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن ہیں اول و آخر ہیں، تم پر محیط ہیں، تمہارے ساتھ ہیں، تم سے قریب و اقرب ہیں، تم حق تعالیٰ ہی کے وجود سے موجود ہو، ان ہی کی حیات سے زندہ ہو، ان ہی کے علم سے جانتے ہو، ان ہی کی قوت و ارادے سے قوت و ارادے کا استعمال کرتے ہو، وجود اور تمام صفات وجود یہ تمہارے پاس امانت ہیں۔ یہ تمہارے لئے اصالۃً نہیں، امانۃً ہیں، تم فقیر ہو اور امیں، جب امانت کا استعمال حق تعالیٰ کے مقابلہ میں کرتے ہو یعنی امانت کا استرداد کرتے ہو، ولی اللہ کہلاتے ہو، امانت کا استعمال جب کائنات کے مقابلہ میں کرتے ہو تو خلیفۃ اللہ کہلاتے ہو۔ یہی چار اعتبارات ہیں عبد اللہ کے، فقر، امانت، خلافت، ولایت۔ عبد اللہ کے پاس اللہ ہیں، ان کی ہویت و انیت ہے، صفات و افعال ہیں، ملک و حکومت ہیں، عبد اللہ کا قیام ذات اللہ میں ہوتا ہے (ان معارف کی تفصیل کسی عارف باللہ سے سمجھو) ذات اللہ میں خوف کا کیا اعتبار ہو سکتا

ہے، وہ تو سرورِ محض ہے، اس لئے عبد بھی اللہ کی جہت سے اپنے اندر ناقابل بیان سرور محسوس کرتا ہے
طمانیتِ محض و ذوقِ خالص کا مخزن بن جاتا ہے، اسی لئے کہا تھا عارف رومی نے:

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی　　فارغی گر مُردی و گر زیستی
قطرۂ نوری سراپا نور باش　　بگذر از غم دائما مسرور باش

انسان اپنی اس حقیقی جہت کو فراموش کر کے خوف و حزن میں مبتلا ہوتا ہے، یا پھر خوف و حزن اس کے قلب پر محیط اس لئے ہیں کہ وہ سرے سے اپنی حقیقت سے آگاہ ہی نہیں۔ اس کے ہر درد و غم، ہر خوف و ہراس کا علاج خود اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس سے جاہل! اس سے زیادہ محرومی کیا ہو سکتی ہے؟

یک سبد پُر ناں ترا بر فرقِ سر　　تو ہمی جوئی لب ناں در بدر
تا بزانوئے میان قعرِ آب　　وز عطش وز جوع گشتی خراب (رومی)

(۲) **علم صحیح کا استعمال**:- جب تم کو اپنی حقیقت کا عرفان حاصل ہو گیا، جب تم نے یہ جان لیا کہ حق تعالیٰ مومن کے ساتھ ہیں، اس سے قریب و اقرب ہیں، اس کے ظاہر و باطن ہیں، جب تم کو یہ یقین کامل حاصل ہو گیا کہ حق تعالیٰ مومن کے ولی ہیں، مولیٰ ہیں و نصیر ہیں، اس پر رحیم ہیں تو اب خوف کے وقت اپنے ایمان کی قوت سے کام لو، اجرات کے ساتھ کہو کہ کائنات کی کوئی چیز تم کو خوف زدہ نہیں کر سکتی۔ اپنے خوف زدہ نفس کو مخاطب کر کے کہو:-

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ وَ　　کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے؟ کیا تجھ کو وہ
یُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ (پ ۲۴ ع ۱)　　ان سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے سوا ہیں؟ (ڈرمت)

ہمیں اپنے تحت الشعور نفس کے ساتھ بچوں کا سا برتاؤ کرنا چاہیئے: دیکھو بچہ اندھیری رات میں جاگ پڑتا ہے اور ڈر کر رونے لگتا ہے تم اس سے کہتے ہو: ڈرومت، یہاں کوئی چیز ایسی نہیں جس سے تم کو ڈر ہو! خوف کی چیزیں صرف تمہارے خیال میں ہیں، یہاں نہیں۔ اس طرح خوف کی نفی کرنے کے بعد تمہیں ان چیزوں کا اثبات کرنا چاہیئے جو حقیقی ہیں۔ مثلاً تم کہو گے: میں تمہارے ساتھ ہوں، میں تو تمہارے بازو ہی ہوں، کیا مجال کوئی چیز تم کو چھو سکے۔ اس طرح اطمینان دلانے کے بعد کہ تم پاس ہی ہو اور اس کو تمہاری

قوت پر یقین ہونے کی وجہ سے کہ تم اس کی حفاظت کرنے کے قابل ہو بچہ پھر بے فکری کی نیند سو رہتا ہے۔
یہی طریقہ تم کو اپنے تحت الشعور نفس کے ساتھ استعمال کرنا چاہیئے، پہلے خوف کے اسباب کی نفی کرنی چاہیئے، جرأت وہمت کے ساتھ اس کو یقین دلانا چاہیئے کہ ساری کائنات میں خدا کے سوا تمہیں کوئی چیز ڈرا نہیں سکتی، تم جانتے ہو کہ یہ شیخی نہیں، واقعہ ہے حقیقت کے عین مطابق ہے! مومن جس پر حق تعالیٰ رحیم ہیں جس کے ساتھ وہ ہیں جس کی اعانت و تصرف کا وہ اپنے اوپر حق سمجھتے ہیں حقاً علینا نصرا لمومنین جس پر وہ ستر ماؤں سے زیادہ شفیق ہیں اور مہربان ہیں، ایسا مومن کائنات میں سوائے حق تعالیٰ کے کس چیز سے ڈر سکتا ہے اور ڈر کر مومن رہ کیسے سکتا ہے؟ دیکھو ساری اشیا مخلوق ہیں، مربوب ہیں، محکوم ہیں، مملوک ہیں جب تک خالق وحاکم، مالک و رب نہ چاہے یہ ہمیں نقصان کیسے پہونچا سکتی ہیں؟ حکم اللہ ہی کا چلتا ہے الحکم للہ متصرف فی الامور حق تعالیٰ ہی ہیں الامر کُلّہٗ للہ! ان ہی کے قبضہ قدرت میں تمام جانداروں کی پیشانی کے بال ہیں مامن دابۃ الا ھو اٰخذٌ بناصیتھا! ڈرنا ہمیں ان ہی کے جلال سے چاہیئے، نافع وہ ہیں اور ضار وہ، معزوہ ہیں اور مذل وہ اور سارا عالم فقیر اور محتاج، نہ نفع کی قوت رکھتا ہے اور نہ ضرر کی! اسی لئے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[1] تھا:۔

ولو جھد العبادُ اَن ینفعوك بشیٔ لم یقضہِ اللہ لك لم یقدروا علیہ، ولو جھد العبادُ اَن یضرُّوكَ بشیٔ لم یقضہ اللہ علیك لم یقدروا علیہ

اگر سب بندے مل کر کوشش کریں کہ تجھے اس چیز سے نفع پہنچائیں جو اللہ نے تیرے لئے مقدر نہیں کی تو وہ ایسا کرنے کی قدرت نہ پائیں گے، اور اگر سب بندے مل کر تجھے کسی چیز سے ضرر پہنچانے کی کوشش کریں جو اللہ نے تیرے لئے مقدر نہیں کی تو اس پر قدرت نہ پائیں گے۔

[1] یہ اس حدیث کا حصہ ہے جو عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے اور جس کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی کتاب فتوح الغیب مقالہ ۲ میں پیش فرمایا ہے اور تاکید کرتے ہیں کہ ہر مومن کو چاہیئے کہ اس حدیث کو اپنے دل سے تکرار کرتا رہے تا کہ دنیا و آخرت میں تمام آفات سے محفوظ رہے اور اللہ کی رحمت سے دونوں جہان میں عزت پائے، فلیرجع الیہ

اس صداقت پر کامل یقین رکھ کر اپنے نفس سے، لرزاں و ترساں نفس سے کہو کہ تجھے قطعاً کسی چیز سے ڈرنا نہ چاہیئے! اور زندگی کا یہ عجیب قانون ہے کہ جوں ہی خوف قلب سے دور ہوا اب دنیا کی کوئی چیز ہمیں گزند نہیں پہونچا سکتی حضرت دانیال علیہ السلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انھیں شیروں کے غار میں ڈال دیا گیا لیکن شیروں نے انھیں چھوا تک نہیں۔ اس کی نفسیاتی توجیہ یہی ہو سکتی ہے کہ حضرت دانیالؑ کا حق تعالیٰ پر اتنا اعتماد تھا کہ ان کے سینے میں خوف مطلق نہ رہا تھا اور اسی وجہ سے شیر انھیں چھو نہ سکے۔ یہ تو ہم سبھی جانتے ہیں کہ کتا جو خوف زدہ شخص پر حملہ کر دیتا ہے اس شخص کے قریب بھی نہیں پھٹکتا جو بالکل بے خوف ہوتا ہے۔ یہ جو سنیاسی جنگلوں میں جا بیٹھتے ہیں جہاں ہر قسم کے موذی اور درندہ جانور ہوتے ہیں، کیسے محفوظ ہوتے ہیں؟ ان کی بے خوفی ان کے لئے سب سے بڑی حفاظت کا کام دیتی ہے۔ جو شخص حق تعالیٰ کو اپنا محافظ سمجھتا ہے وہ بے خوف ہوتا ہے۔ کامل بے خوفی نتیجہ ہے ایمان راسخ کا، عرفان کامل کا!

نفی کے بعد اثبات! یعنی نفس کو یہ یقین دلانے کے بعد کہ خوف کی کوئی وجہ نہیں، ہمیں حق تعالےٰ کی معیت، احاطت، قرب و اقربیت کا ادراک کرنا چاہیئے۔ جس طرح چھوٹے بچے کو ہم نے اپنی موجودگی کا یقین دلایا تھا، اسی طرح لرزاں و ترساں نفس کو حق تعالیٰ کے حضور و معیت کا یقین دلانا ضروری ہے جب وہ یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کا قیام حق تعالےٰ کی ذات میں ہے، وہ حق تعالیٰ کے نور میں منکشف ہے، اس کے داہنے، بائیں، اوپر، نیچے، آگے پیچھے حق تعالیٰ کا نور ہے، وہ نور کے قلعہ میں محصور رہے محفوظ ہے، تو پھر خوف کا سایہ اس کے قلب سے کالمًا اٹھ جاتا ہے ظلمت نور کی موجودگی .... میں کیسے ٹھہر سکتی ہے؟ سرور و طمانیت حقیقی کا نفوذ اس کی رگ و پے میں ہونے لگتا ہے، وہ قطرہ نور بن جاتا ہے، سراپا نور ہو جاتا ہے اور مسرت دائمی سے ہمکنار ہو جاتا ہے!

خوف اور بلا کے ورود کے وقت قرآن شاہد ہے کہ حضور انور (فداہ روحی) کو حکم ملا تھا۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا — اپنے رب کے حکم پر صبر کرو کہ تم ہماری نگاہوں کے سامنے ہی ہو!

(سورۃ الطور ۴۸)

بعض عارفین کی جیب میں یہ آیت کریمہ لکھی رہتی تھی، خوف و حزن کے وقت وہ اس پر نظر ڈالتے، حق تعالیٰ کے حضور و معیّت کا ادراک کرتے اور محض اس ادراک سے کہ حق تعالیٰ ہماری اس مصیبت کو جانتے ہیں، اس تجربہ میں شریک ہیں، دیکھ رہے ہیں، جھومتے، رقص کرتے، مستی و ذوق میں سرتاپا مستغرق ہوجاتے! بعض عارفوں کا بیان ہے اور قابل فہم بھی کہ خود سرورِ عالم صلعم پر اس آیت سے وجد طاری ہوا تھا اور ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی آپ کے پاؤں پر گر گئی تھیں۔ جامی نے اسی ذوق میں کہا تھا:

بادرد بساز چوں دوائے تو منم	درکس منگر کہ آشنائے تو منم
گر بر سرِ کوئے عشق ما کشتہ شوی	شکرانہ بدہ کہ خونبہائے تو منم

آخری عقیدہ جس کی ہم تمہیں تلقین کرتے ہیں اور اس پر قیام کی تاکید کرتے ہیں جس پر ایمان و قیام کے بعد تمہیں خوف و حزن سے کامل رستگاری حاصل ہو جائے گی وہ یہ عقیدہ ہے کہ نہ صرف حق تعالیٰ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں اللہ معنا بلکہ ہماری زندگی میں منشائے الٰہی ہی کی تکمیل ہو رہی ہے، ہمارے قلوب، ہمارے اعضا اور ہم خود سرتاپا حق تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں، اس منشائے خداوندی کی بنیاد لامتناہی حکمت و رحمت پر قائم ہے۔ یہ سرتاپا حکمت ہے، رحمت ہے۔ یہ ہمیں خیر برتر ہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اس کو ارادۃ اللہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، مرضی مولیٰ بھی کہا گیا ہے، حق تعالیٰ کے ارادے سے توافق، ان کی رضا سے راضی ہونا، رضا از و، رضا بدو، رضا درو، اعراض عن الاعتراض حفظ حال، قیام فیما اقام اللہ۔ اس کی تعلیم تو ہمارے رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ حق تعالیٰ کے ارادے، منشا و مرضی سے بہتر، زیادہ نفیس، زیادہ حسین و جمیل، زیادہ مجلل یا شاندار کوئی چیز نہیں ہوسکتی! نیک انجام و شادکام ہے وہ شخص جس نے اپنے ارادے سے حق تعالیٰ کے ارادے کے خلاف کام نہ لینے کا ارادہ کر لیا اور بآواز بلند کہا۔

أُرِيْدُ اَنْ لَّا اُرِيْدُ	میں نے ارادہ نہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔

اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں حق تعالیٰ سے معروضہ کیا

اَللّٰھُمَّ اِنَّ قلوبنا ونواصینا و	حق تعالیٰ ہمارے دل، ہماری پیشانی کے بال، ہمارے

وجوارحنا بیدك لم تملکنا منہا شیئًا، فاذا فعلت ذلك فکن انت ولیّنا واھدنا الی سَواءِ السبیل (ترمذی عن ابی ہریرۃ)

اعضا، آپ ہی کے ہاتھ میں ہیں، آپ نے ہمیں ان میں سے کسی چیز پر بھی اختیار کامل نہیں دیا ہے، پس جب آپ نے یہ کیا ہے تو آپ ہی ہمارے مددگار اور نگہبان رہیئے اور ہمیں سیدھی راہ دکھاتے رہیئے

جس کی شب و روز یہ دعا ہو:-

اَللّٰھُمَّ اِنِّی ضعیف فَقَوِّ فی رضاك ضعفی وخذ الی الخیر بناصیتی واجعل الاسلام منتہا رضائی!

حق تعالیٰ میں کمزور ہوں، پس اپنی مرضیات میں میرا ضعف اپنی قوت سے بدل دیجیے اور کشاں کشاں مجھے خیر کی طرف لے جایئے اور اسلام (یعنی ہر امر میں آپ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی خو) میری پسند کا منتہا بنا دیجیے!

اور جو تڑپ کر یہ کہتا ہو:-

اللھم بارك لنا فی القضاء والقدر، ورضنا بما حلا منه ومُرّہ، وارزقنا فیما یرضیك عنّا حسن النظر حتی یستوی عندنا ما ساء وسَرّ

اے اللہ قضا و قدر کے احکام میں ہمیں برکت عطا فرما اور ان میں تلخ و شیریں جو بھی ہوں ان سے راضی رکھ اور جس چیز سے تو راضی ہے اس کو جاننے والی نظر عطا کر۔ یہاں تک کہ ہمارے نزدیک خوش اور ناخوش کرنے والی ہر چیز مساوی قرار پائے۔

جب ہم حق تعالیٰ کے ہاتھوں میں اپنے آپ کو دیئے دیتے ہیں، نرم ملائم لچکیلے ہو جاتے ہیں، ان کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں، ان کی رضا سے راضی اور غضب سے غضبناک ہو جاتے ہیں تو پھر حق تعالیٰ بھی (ہماری) رضا سے راضی اور غضب سے غضبناک ہوتے ہیں۔ زبان وحی نے اس کی توثیق کی ہے

---

۵ دیکھو سیر محمدی از شاہ محمد سامانی ص۲۹ جس آیت پر رسول اللہ صلعم کو وجد آیا تھا اور حضرت خدیجہؓ بھی متاثر ہوئی تھیں وہ آیت الم تعلم ان اللہ یری بیان کیگئی ہے، دوسری روایتوں میں مذکورہ بالا آیت بیان کی جاتی ہے۔

رجال اللہ ایسے بھی ہیں کہ اللہ ان کی رضا سے راضی اور ان کے غضب سے غضب ناک ہوتا ہے جیسے کہ یہ لوگ اللہ کی رضا سے راضی اور اس کے غضب سے غضب ناک ہوتے ہیں۔	اِنَّ لِلّٰہِ رِجَالًا یرضی برضائھم ویغضب بغضبھم کما انھم یرضوا برضائہ ویغضب بغضبہ ۔

ہر چہ خواہی آں کند گر ہر چہ خواہد آں کنی
انچہ گوئی بشنود گر ہر چہ گفت او بشنوی

جب مقام رضا کی تکمیل ہو جاتی ہے تو پھر ہمیں پروا نہیں رہتی کہ زندگی میں ہم پر کیا گذر رہی ہے یا گذرنے والی ہے، کیونکہ ہم جاننے لگتے ہیں کہ انجام ہر چیز کا خیر ہے، خیر اب بھی اور ہمیشہ کے لئے بھی۔ اسی لئے شیخ جیلی ؒ نے جان کر کہا تھا :-

قضاء الٰہی سے راضی رہنا دنیا میں بڑی راحت کا سبب ہے، گویا جنت عالیہ ہے، اور عبد مومن کے ساتھ حق تعالےٰ کی محبت کا باعث ہے اور جس سے حق تعالےٰ محبت کرتے ہیں اس کو نہ دنیا میں تکلیف دیتے ہیں اور نہ آخرت میں !	الرضا بالقضا ھو الراحۃ الکبری والجنۃ العالیۃ المنفردۃ فی الدنیا، وعلۃ محبۃ اللہ بعبد المومن، فمن احبہ اللہ لو یعذب بہ فی الدنیا والاخرۃ (فتوح الغیب)

قرب حق میں زندگی بسر کرنے اور اس پر یقین صادق حاصل کرنے کا کہ ہماری زندگی میں مراد الٰہی کی تکمیل ہو رہی ہے بنتیجہ خوف و حزن، پریشانی و فکر اور بیشمار خرابیوں کا کامل دفعیہ ہے، ہمیں اس عارف کامل کا نقطۂ نظر حاصل ہو جاتا ہے جو زندگی اور اس کے ہموم و غموم، افکار و پریشانیوں پر ہنستے ہوئے نظر ڈالتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ پس پردہ رحمت مطلقہ و حکمت بالغہ اپنا کام کر رہی ہے اور اپنے شاندار منشا و مراد کی تکمیل کر رہی ہے اور ہمیں خیر برترین کی طرف لے جا رہی ہے، سارے جہان کو بھی وہ برف سے ڈھکا دیکھتا ہے تو گھبراتا نہیں، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خورشید عالم تاب کی ایک نظر سے یہ ساری برف پگھل جائے گی :-

گر جہاں پُر برف گردد سر بسر
تاب خور بگدازدش از یک نظر (رومی)

اس لئے وہ اپنے ساتھیوں سے عجیب امید افزا لہجہ میں کہتا ہے

سوے نومیدی مرو کامیدہاست سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست (رومی)

بے خوف زندگی بسر کرنے کا راز تم نے دیکھا بس یہی ہے:

(۱) مبدار کائنات کی ذات وصفات کے متعلق اپنے علم کی تصحیح کرلو: یہ مبدا خیر مطلق ہے، رحیم ہے، کریم ہے، حکیم ہے، قادر مطلق یا عزیز ہے، حوادث یومیہ کی تخلیق اسی سے ہورہی ہے۔

(۲) قرب حق میں زندگی بسر کرو کیونکہ

عمر خوش در قرب جاں پروردن است عمر زاغ از بہر سرگیں خوردن است (رومی)

(۳) حق تعالی کے ہاتھوں میں نرم اور ملائم بن جاؤ تاکہ "ارادۃ اللہ" جاری ہوجائے۔ رضائے حق تمہارا مقام ہو" قیام فیما اقام اللہ" یعنی حق تعالی نے جہاں تمہیں کھڑا کیا ہے وہیں کھڑے رہو" رضا بالعطا حفظ حال تمہارا شیوہ ہو، تصادم بالقضا سے بچو، ہر حال میں خوش رہو

باید چوں برق خندہ زناں از جہاں گذشت نتواں چو ابر بر سر دنیا گریستن!

(۴) جن تجربات سے گذر رہے ہو ان پر حق تعالی کا شکر کرتے رہو کہ ان کا تمہیں موقع دیا گیا۔ ان ہی سے سیرت کی تکمیل ہوتی ہے، دنیا کو "روح سازوادی" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہاں کبھی غم کے مضراب سے اور کبھی خوشی کے تاروں سے سیرت کے خفتہ نغمے بیدار کئے جاتے ہیں، ان پر ہر حال میں شکر واجب ہے۔ کرب وطرب دونوں کی ایک سی قیمت ہے، بالفاظ دیگر جن چیزوں سے تمہیں خوف یا وحشت ہو ان ہی سے پیار کرو تو خوف سے تمہیں ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی:۔

بس زبون وسوسہ باشی دلا گر طرب را باز دانی از بلا

ان آخری سطور میں ہمارا روئے خطاب صرف مبتدیوں سے ہے۔ ہم انھیں اس کلی وضروری نفسیاتی اصول کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ خوف طاری ہوتا ہے خوف پیدا کرنے والے خیال یا وسوسہ کو قبول کرلینے سے اس خیال کا مقابلہ ذہن کی اس سطح پر رہ کر کرنا ناممکن ہے جس سطح پر خوف کی موجیں اٹھ رہی ہیں۔ کوشش اس بات کی کرنی چاہیئے کہ قلب اس سطح سے بلند ہوجائے اور بالاتر سطح پر مضبوطی سے قدم جمائے۔ دیکھو سمندر

کا طوفان اسی وقت ہلاکت کا باعث ہوتا ہے جب ہم اس کی تباہ کن موجوں میں گھر جاتے ہیں، لیکن اگر ہم کسی بلند پہاڑی پر چڑھ جاتے ہیں تو پھر ان بلاخیز موجوں کے شور و شر سے ہمیں نجات مل جاتی ہے۔ کیونکہ اب ہم ان کی گرفت سے باہر ہیں، بالکل اسی طرح جب ہم خوف کی حالت میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور ان کی ذات کریم کو شعور کا مرکز بنا لیتے ہیں تو ہمارا قلب خوف کی سطح سے بلند ہو جاتا ہے اور اس مقام پر پہونچ جاتا ہے جہاں سکون ہی سکون ہے، سُکھ ہی سُکھ ہے، سرور ہی سرور ہے!

یاد رکھو کہ قرآن حکیم کی رو سے ہمارے سارے دردوں کی دوا حق تعالیٰ ہیں، خوف و حزن کا علاج حق تعالیٰ کی محبت ہے، غیر اللہ سے بیزاری ہے، درد و الم، خوف و ہراس کے وقت اپنے قلب کے رخ کو اخلاص و محبت کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف پھیر دو اور عجز و نیاز کے ساتھ ان کے قدموں پر گر جاؤ اور پھر تمہارا کام بن نہ جائے تو شکایت کرنا۔

در حضرت ما دوستی یک دلہ کن ہر چیز کہ غیر ماست آنرا یلہ کن
یک صبح با اخلاص بیا بر در من گر کار تو بر نیاید آنگہ گلہ کن
(ابو سعید مہنہ رح)

دُعا اور رفعِ خوف و حُزن

حضرت ابو سعید رح نے اس رباعی میں دعائے سحر گاہی پر زور دیا ہے۔ اب ہم رفع خوف و حزن کے لئے دعا کے صحیح طریقہ کی وضاحت کریں گے۔ ذرا دعا کے معنی و مفہوم اور اس کی ماہیت و نوعیت کو اچھی طرح سمجھ لو۔

دعا حق تعالیٰ سے مانگ ہے، فقیر کی غنی سے التجا ہے، اور مانگا یہ جاتا ہے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ کا ہماری زندگی میں ظہور فرمائیں، ہمارے ضعف میں ان کی قوت کا ظہور ہو، ہمارے فقر میں ان کی غنا کا ظہور ہو، ہماری ذلت میں ان کی عزت کا ظہور ہو، ہمارے عجز میں ان کی قدرت کا ظہور ہو؛ اور اسی صورت میں، یعنی حق تعالیٰ کی قدرت مطلقہ کے ظہور ہی کی وجہ سے ہماری دعا اثر کرتی ہے جیسا کہ عارف رومی رح نے

راز کو فاش کیا تھا۔

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو　　　　ایمنی از تو مہابت ہم ز تو

اسی وجہ سے ہماری دعا قضا یعنی تقدیر کو بھی پلٹ سکتی ہے لَا یَرُدُّ القضاءَ اِلَّا الدُّعاءُ (رواہ
ترمذی) اسی وجہ سے دعا سے بڑھکر حق تعالیٰ کے ہاں کوئی چیز بزرگ تر نہیں لیس شیءٌ اَکْرَمَ علی اللہ
الدُّعاء (رواہ الترمذی بجسنہ) اسی بناء پر دعا ہر بلاء سے بچاتی ہے خواہ یہ بلا نازل ہوئی ہو یا نہ ہوئی
اِنَّ الدُّعَا یَنْفَع مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یُنْزَل، مَا نَزَلَ یَکْشِفُہُ وَمَا لَم ینزل یَحْبِسُہُ یعنی
بلا نازل ہو چکی ہے اس کو دفع کرتی ہے اور جو واقع نہیں ہوئی اس کو روک دیتی ہے۔ اور اسی کے بعد
حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَعَلَیْکُمْ عِبَادَ اللہِ بِالدُّعا اس لئے اے خدا کے بندو دعا کرو
(رواہ احمد والترمذی) اور تاکید فرمائی کہ تعجیل نہ کرو یُسْتَجَاب لِاَحَدِکُم مالم یُعَجِّل ویقول قد دعوت
فلم یُسْتَجَبْ لی یعنی تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ دعا کرنے والا اجابت دعا کے
لئے عجلت سے کام نہیں لیتا کہ میں نے دعا کی اور وہ مستجاب نہ ہوئی۔

بہر حال دعا مومن کا ہتھیار ہے اور کسی صورت میں اس کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے الدعاء
سلاحُ المومنِ یعنی اگر وہ جلد مستجاب نہ ہو تو بھی اس کو ترک نہ کیا جائے۔ کسی دانائے راز نے کیا
نصیحت کی ہے:۔

اُطْلُبْ وَلَا تَضْجَرَنَّ مِنْ مَطْلَبٍ　　　　فَآفَۃُ الطَّالِبِ اَنْ یَضْجَرَا

لہ یعنی دعا بھی ایک قدر وقضاء الٰہی ہے ۱۲ ؎ حضرت عائشہ کا لفظ مرفوع یہ ہے لا یغنی حذر من قدر والدعاء
ینفع مما نزل ومما لم ینزل، وان البلاء لینزل فیتلقاہ الدعا، فیعتلجان الی یوم القیمۃ اخرج الحاکم
البزاز والطبرانی والخطیب ؎ حدیث ابوہریرہ رضؓ میں دعا کو سلاح مومن وستون دین ونور آسمان وزمین
فرمایا ہے (رواہ الحاکم) ؎ حدیث ابوہریرہ رضؓ میں ارشاد ہوا ہے کہ جو کوئی مسلمان اپنا منہ خدا تعالےٰ
کے سامنے دعا کے لئے پھراتا ہے اللہ تعالےٰ اس کے سوال کو پورا کرتا ہے یا تو تعجیل کرتا ہے یا اس کے لئے آخرت
کے لئے) ذخیرہ کرتا ہے۔　(رواہ احمد)

اَمَا تَرَى الحَبْلَ بِتَكْرَارِهِ فِي الصَّخْرَةِ الصَّمَاءِ قَدْ أَثَّرَا[1]

حدیث انسؓ میں اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے لا تعجزوا فی الدعاء فانہ لن یھلک مع الدعاء واحدٌ (اخرجہ ابن حبان وصححہ والحاکم والضیاء فی المختارۃ) ہمیں اپنے ضعف، فقر، عجز، ذلّت کا بدیہی احساس ہے۔ اس احساس و وجدان کے باوجود اگر ہم دعا کے ہاتھ قادر مطلق ذات کی طرف نہ اُٹھائیں یعنی اس کی قدرت کا اقرار اور اپنے عجز کا اعتراف نہ کریں تو یقیناً یہ چیز حق تعالیٰ کے رضا کا باعث نہ ہوگی اسی لئے زبان وحی پر آیا مَن لم یَسْئَلِ اللہَ یغضب عَلَیْہِ (رواہ الترمذی وفی روایۃ من لم یدع اللہ غضب علیہ، رواہ ابن شیبہ)

دنیوی زندگی میں جب ہم کسی دوست سے کوئی کام لیتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہم اس سے مل کر اپنا کام بتلاتے ہیں اور اسی صورت میں وہ ہمارا کام کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسی طرح جب ہم حق تعالیٰ سے کچھ عرض کریں تو ہمیں ایک بنیادی صداقت کو مان کر عرض کرنا پڑتا ہے اور وہ بنیادی صداقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے قریب ہیں، مجیب ہیں اِنَّ ربی قریبٌ مجیبٌ (سورۂ ہود) وہ ہمارے قریب ہیں اور ہماری سن رہے ہیں اِنَّہٗ سَمِیْعٌ قریب (سورۂ سبا) ان کی رحمت ہم پر محیط ہے، قریب ہے اِنَّ رَحْمَۃَ اللہِ قَرِیْب (سورۂ اعراف)

ایمان کی زندگی کا آغاز اسی وجدان سے ہوتا ہے: اِنَّ ربی قریبٌ مجیب! وہ ہماری رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں نحن اقرب الیہ من حبل الورید! دعا کے وقت ہم کسی بہری اور غائب ہستی کو نہیں پکار رہے ہیں، ہم اس ہستی کو پکار رہے ہیں جو سمیع و بصیر ہے اور ہم سے بہت زیادہ قریب ہے انکم لا تدعون اصمًا ولا غائبًا، انکم تدعون سمیعًا بصیرًا، والذین تدعونہ اقرب الی احدکم من عنق راحلہ (متفقٌ علیہ)

---

[1] طلب کر اور بے قراری اور بے صبری نہ کر کیونکہ طالب کیلئے بے قراری و بے صبری آفت ہے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ رسّی کا بار بار پھرایا جانا سنگ خارا میں بھی نشان ڈال دیتا ہے۔

ہماری ایمانی زندگی کا پہلا قدم حق تعالیٰ کے حضور و شہود کا کامل یقین و اذعان ہے! بجائے اس وہم و امید کے کہ ہم زندگی کے کسی آخری مرحلہ پر حق تعالیٰ کے قرب و معیت کا تحقق کر سکیں گے ہمیں آج ہی کامل ایمان و اذعان کے ساتھ کہنا چاہیئے:۔

حق تعالیٰ آج میرے قریب ہیں، اقرب ہیں، محیط ہیں، ساتھ ہیں! ان کے وعدے سچے ہیں، ان کے ہاتھ فضل و کرم سے پُر ہیں، ان کی نعمتیں کامل و دراز ہیں، ان کی رحمتیں وسیع و کشادہ ہیں وہ مجھے اس تجربہ سے جس سے میں گذر رہا ہوں سلامتی و امن کے ساتھ نکال کر خیر کثیر کی طرف رہنمائی فرما رہے ہیں!

کیسی پیاری یہ دعا ہے:۔

یا عالمًا بی و یا قریبًا منی و یا شاهدًا علیّ مواعیدك صادقة ایادیك فاضلة، نعمتك سابغه، رحمتك واسعة، اُنظر الیّ منك بنظرة رحیمة یا ذا الجلال والاکرام!	اے وہ ذات پاک جو میرے حال کی عالم ہے اور مجھ سے قریب ہے اور مجھ پر حاضر و موجود ہے، تیرے وعدے سچے، تیرے ہاتھ فضل و کرم سے پُر ہیں، تیری رحمتیں کشادہ اور تیری نعمت وسیع ہے، مجھ پر بھی ایک نظر رحمت ہو جائے اے جلال و اکرام والے داتا!

اب ہم حق تعالیٰ سے اسی طرح باتیں کر سکتے ہیں جس طرح بچہ اپنے باپ سے باتیں کر سکتا ہے، محبت سے ادب سے، عجز و انکسار سے، پورے اعتماد و وثوق سے عرض مدعا کر سکتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے ساتھ حاضر و موجود ہیں ان اللہ علی کل شیء شهید وہ ہر چیز کے ساتھ حاضر ہیں، ان سے کوئی چیز جو معلوم کی جا سکتی ہو یا سنی جا سکتی ہو غائب نہیں ہو سکتی۔ ان کا ارشاد ہے:

وَمَا تَكُونُ فِي شَاْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِن قُرْاٰنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَا اَصْغَرَ	تم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن سے کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کوئی اور کام کرتے ہو یا جب اس میں مصروف ہوتے ہو تو ہم تمہارے سامنے ہوتے ہیں اور تمہارے پروردگار سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان پر، اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے

من ذٰلک ولا اکبر الا فی کتاب مبین (پ ۱۲) یا بڑی، مگر کتاب روشن میں لکھی ہوئی ہے۔

اس ارشاد سے ہمیں صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ وہ ہم سب کے ساتھ بالذات حاضر ہیں اور اسی لئے وہ ہمارے ہر حال، ہر فعل اور ہر مصروفیت کو بالشہادت جانتے ہیں! ہمیں اپنا حال ان پر روشن کرنے کے لئے کسی مشقت، کسی جدوجہد کی قطعاً ضرورت نہیں، وہ ان حالات کے شاہد ذاتی ہیں الم تعلم بانّ اللہ یریٰ! اسی لئے ہم کہہ سکتے ہیں:۔

اے آنکہ دوائے دردمنداں دانی ۔۔۔ درماں و علاج مستمنداں دانی
احوال دلِ خویش چہ گویم با تو ۔۔۔ ناگفتہ تو خود ہزار چنداں دانی

جب ہمیں کوئی حاجت پیش آئے تو اظہارِ عبدیت کے لئے ہمیں اس حاجت کو ان سے عرض کر دینا چاہیئے اور پھر اس کی طرف سے اپنی توجہ کو ہٹا کر ان ہی کی ذات مبارک پر اپنی پوری توجہ مبذول و مرکوز کر دینی چاہیئے اور اس امر کا یقین کر لینا چاہیئے کہ ان کی قدرت کا ظہور ہو رہا ہے اور ان کا ارادہ ہمارے خیر برتر کے ظہور میں کار فرما ہے!

خوب یاد رکھو کہ سچی دعا اجابت حق کا یقین ہے۔ حق تعالیٰ قریب و مجیب ہیں اور فرماتے ہیں:۔

اُجِیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔۔۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔

اور تاکید فرماتے ہیں

فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرۃ، رکوع ۲۳) ۔۔۔ لوگوں کو بھی چاہیئے کہ میرا حکم مانیں (ایمان لائیں اور نیک کام کریں)، اور ایمان پر قائم رہیں، سیدھا راستہ پانے کی امید رکھیں:

اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دعا عبادت ہے، تمہارے رب نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا"۔ (رواہ احمد واہل السنن)

اسی وجہ سے دعا کے بعد اجابت کا قوی یقین رکھنا چاہیئے اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ

اسی لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جس چیز کی بھی تمہیں خواہش ہو اس کیلئے حق تعالیٰ سے دعا کرو اور جب دعا کرو تو اس کے قبول ہونے کا یقین رکھو اور وہ چیز تمہیں حاصل ہو جائے گی"۔

اجابتِ دعا پر یقین :۔ دعا کے وقت سب سے زیادہ اہم یہی چیز ہے کہ ہم اجابت دعا پر یقین رکھیں اور اچھی طرح جان لیں کہ حق تعالیٰ کے نزدیک کوئی مسئلہ نہ چھوٹا ہے نہ بڑا، ان کے لئے ہر چیز آسان ہے اور وہ ہر شئی پر قادر ہیں؛

اِنَّ تیسیر کلِّ عسیر علیک یسیر	ہر مشکل کا آسان کرنا تیرے لئے آسان ہے، تو ہر شے
انت علی کلِّ شئٍ قدیر۔ بالاجابۃ	پر قادر ہے، دعا قبول کرنے کے قابل تو ہی ہے، اچھا
جدیر، نعم المولیٰ ونعم النصیر	مولیٰ اور اچھا مددگار ہے۔

اس لئے کامل یقین و وثوق کے ساتھ ہمیں اپنے قلب کے رخ کو حق تعالیٰ کی طرف پھیر دینا چاہیئے یہ جانتے ہوئے کہ ہم عرض مدعا کریں یا نہ کریں وہ ہماری حاجتوں سے واقف ہیں اور ان کی تکمیل فرما رہے ہیں۔ جب حق تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں تو پھر تمام خوف بے بنیاد ہیں، فضول ہیں، ذرا اس شخص کا تصور تو کرو جو ایک سرسبز و شاداب وادی سے گذر رہا ہے لیکن یہ غم اس کو کھائے جا رہا ہے کہ اس کے سامنے تو ایک دریا ہے اور وہ اس کو عبور نہیں کر سکتا، حالانکہ دریا پر پُل بھی ہے اور وہ نہیں جانتا! یا اس شخص کا خیال کرو جس کے ساتھ سفر میں ایک دانا و بینا، قوی و عزیز دوست ہے جو راہ و رسمِ منزل سے بخوبی واقف ہے، جو اس سفر کا کامل نقشہ بنا چکا ہے کہ اس سفر میں کوئی اتفاقی حادثہ تک پیش نہ آئیگا۔ اس پر کامل اعتماد کیا جا سکتا ہے، اس پر بھی یہ مسافر لرزاں و ترساں ہے، پریشان و مضطر ہے!

مومن کا قلب احمقانہ خوف سے خالی ہوتا ہے وہ "حبل اللہ" کو مضبوط تھام کر ہمت و مردانگی سے زندگی کے میدان میں قدم اُٹھاتا ہے اور کل کے مسائل آج اس کو پریشان نہیں کرتے، وہ حق تعالیٰ پر کامل توکل و اعتماد رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

اے ناخدا از مصلحتِ ما بشوئے دست
ما باخدائے خویش بکشتی نشستہ ایم (صائب)

اجابتِ دعا کے یقین کے ساتھ اپنی حاجت کارسازِ حقیقی کے سامنے پیش

شکر بر قبولیتِ دعا:- کرنے کے بعد دعا کی فوری قبولیت پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے، یہ جان کر کہ نہ کوئی جدید ایجاد، نہ برق نہ مقناطیس، نہ زر، ہمارے اندر اس قوت کا کروڑواں حصہ بھی پیدا کر سکتی ہے جو ہم میں حق تعالےٰ کی لامتناہی قدرت پر بھروسہ کرنے سے پیدا ہو سکتی ہے حق تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے ہمارے شعور کے مقفل دروازے کھل جاتے ہیں اور ہم اس قابل ہو جاتے ہیں کہ حق تعالےٰ کے لامحدود انعامات کو قبول کر سکیں اور ان کی نعمتِ سابغہ و رحمتِ واسعہ کا مظہر بن سکیں۔ حق تعالےٰ کا شکر نہ صرف ان نعمتوں پر جن کا ہم نے اپنی گذشتہ زندگی میں تجربہ کیا ہے بلکہ ان بیشمار نعمتوں پر جو ہماری زندگی میں ظاہر ہونے والی ہیں ایک کامل آزاد، شاد و بامراد زندگی میں داخل ہونے کا سب سے زیادہ یقینی اور سب سے زیادہ آسان طریقہ ہے، ہمیں نہ کسی چیز کی فکر کرنی چاہیئے نہ کسی چیز کا غم، حق تعالےٰ کی قدرت کاملہ پر یقین، ان کی گذشتہ اور آیندہ نعمتوں پر شکر، مشکلات کے پہاڑوں کو اڑا کر بکھیر دیگا اور زمین کو ہموار میدان کر چھوڑے گا ینسفھا ربی نسفا فیذرھا قاعا صفصفا:

ختم دعا پر ہمیں حق تعالیٰ کا اس طرح شکر ادا کرنا چاہیئے :-

انت غیاثی فی کل کربۃ فلك الحمد،	ہر بڑے غم میں تو ہی میرا فریادرس ہے، خدایا تیرا شکر
وانت رجائی فی کل شدۃ فلك الحمد،	ہر سختی میں تو ہی میری امید ہے، خدایا تیرا شکر
ادجوا الخیر فتیسرہ واخاف الشر	میں تجھ سے خیر کی امید رکھتا ہوں اور تو اس کو آسان
فتصرفہ فلك الحمد،	کر دیتا ہے اور ہر شر سے ڈرتا ہوں اور تو اس کو دفع کر دیتا ہے خدایا تیرا شکر
وأریتنی الثنیات فلك الحمد،	خوشی کے مارے میرے اگلے دانت کھلا دیتا ہے، خدایا تیرا شکر
بیدك موتی وحیاتی فلك الحمد	میری زندگی و موت تیرے ہاتھ ہے، خدایا تیرا شکر

حق تعالےٰ کی ذاتِ قدوس پر بھروسہ، اس سے پیدا ہونے والی مسرت و شادمانی، تمام مصائب و آفات زندگی کا کامل علاج ہے! اسی لئے تاکید کی گئی ہے۔

شادئ جاوید کن از دوست تو   تا نہ گنجی ہم چو گل در پوست تو

"شادی جاوید" یا دائمی خوشی اس وجہ سے کہ حق تعالیٰ ہمارے مولیٰ ہیں، نعم المولیٰ ونعم النصیر ہیں اچھے مولیٰ اور اچھے مددگار ہیں، لامتناہی قوت وقدرت کے مالک ہیں! ہم اپنے اسی یقین ووجدان کا اظہار کرتے ہیں، اس کی تکرار کرتے ہیں اور اس قوت سے تکرار کرتے ہیں کہ تمام شر کی قوتیں جو ہمارے خلاف صف آرا ہیں راہ فرار اختیار کرتی ہیں اور بالآخر فنا ہو جاتی ہیں:

واللہ علی کل شیٔ قدیر	اللہ ہر شئے پر قادر ہے
اِنَّ القوۃ لِلّٰہ جمیعًا	ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے
اِنَّ اللہ ھو الرزّاق ذوالقوۃ المتین	اللہ ہی رزاق ہیں اور سخت قوت کے مالک ہیں
اِنَّ اللہ علی نصرھم لقدیرا	اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے
کان اللہ علی ذٰلک قدیرا	اللہ اس پر قادر ہے۔

خوب سمجھ لو کہ کسی حاجت کے وقت اگر ہمارے قلب کی نظر حق تعالیٰ کی قوت وقدرت پر جم جائے تو اس قوت کا اظہار ہم میں ہونے لگتا ہے، دیکھو جس چیز کا بھی ظہور ہماری زندگی میں ہوا ہے اسی وقت ہوا ہے جب ہم اس سے واقف ہوئے ہیں اور اس کو قبول کیا ہے۔ یہ ایک کُلّی وضروری نفسیاتی قانون ہے، اس کا اطلاق ہر تصور پر اور ہر مادی شی پر ہوتا ہے جو ہمارے علم میں آئی ہے یا ہماری ملک بنی ہے۔ اسی لئے یہ چیز اہل عقل واہل نقل دونوں کے نزدیک مسلّم ہے کہ جب ہم حق تعالیٰ سے کوئی چیز مانگتے ہیں تو ہمیں اجابت کا یقین کرنا چاہیئے، یعنی یہ یقین کرنا چاہیئے کہ وہ چیز مل چکی اور صرف اسی صورت میں وہ چیز ہماری ملک بن جاتی ہے۔ یہی ہے تفسیر اس قول نبوی ؐ کی

وادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ!

حق تعالیٰ قادر وقوی ہونے کے علاوہ رحیم وودود بھی ہیں، رؤف ورحیم بھی ہیں، غفور بھی ہیں رحمٰن بھی ہیں، البرّ الرحیم بھی ہیں اِنَّ اللہ کان بکم رحیمًا ان کا محبت بھرا ارشاد ہے، یہ جان ہی کر ہم اپنے قادر وتوانا، رؤف ورحیم مالک کی بیشمار نعمتوں وعطیتوں کو شکر وامتنان کے جذبات کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں تاکہ ان کا کامل ظہور ہماری زندگی کی ہر جہت، ہر پہلو میں ہو! محبت وشکر سے

سرشار روح بے اختیار چیخ اُٹھتی ہے:

اے جانِ من، جانانِ من | صد جانِ من قربانِ تو!
بے لطفِ تو من قرار نتوانم کرد | احسانِ ترا شمار نتوانم کرد
گر بر تنِ من زباں شود ہر موئے | یک شکرِ تو از ہزار نتوانم کرد (ابو سعید ؒ)

اسی نکتہ کو حضرت شیخ جیلی ؒ نے اپنے الفاظ میں یوں ادا کیا ہے:

"اہلِ ولایت می دانند کہ حضرت حق تعالیٰ جمیع مایحتاج الیہ ایشاں را مہیا ساختہ و مقرر نمودہ است۔ پس بسبب علمِ خویش از رنج تقاضا فارغ اند۔ پس بہتر است کہ رجا در حق ایشاں حسنِ ظن باید گفت نہ تقاضا۔ حسنِ ظن بحضرت حق تعالیٰ معرفت جمیع صفات باری بہت وامیدِ رافت و رحمتِ اوست، از جہتِ او سبحانہ تعالیٰ نہ از جہتِ بندہ۔ زیرا کہ صفاتش محسن و کریم و رحیم و لطیف و رؤف و ودود است۔ و حسنِ ظن بحضرت حق تعالیٰ حوالہ کردن مقاصدِ خویش بر سابقۂ امرِ عنایت جناب الٰہی است، و نظرِ قلب سوئے حق تعالیٰ بے تطمیع فواد و بے تمنیۂ ارواح و نفوس۔" (منقول در جواہرِ غیبی صفحہ ۴۷)

"یعنی اولیاء اللہ جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کی تمام احتیاج کی چیزیں مہیا کر دی ہیں اور مقرر فرما دی ہیں، اپنے اس علم کی وجہ سے وہ تقاضے کے رنج سے فارغ ہو چکے ہیں، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ان کے حق میں رجا یا امید کو حسنِ ظن سے تعبیر کریں نہ کہ تقاضے سے۔ حق تعالیٰ سے حسنِ ظن ان کی تمام صفات کی معرفت ہے، ان کی نرمی، مہربانی و رحمت سے امید ہے، یہ حق تعالیٰ کی جہت سے نہ کہ بندہ کی جہت سے، کیونکہ حق تعالیٰ کی صفات محسن و کریم و رحیم و لطیف و رؤف و ودود ہیں اور حق تعالیٰ سے حسنِ ظن کے یہ معنی ہیں کہ اپنے تمام مقاصد کو حق تعالیٰ کی عنایتِ سابقہ کے حوالہ کر دیا جائے اور قلب کی نگاہ ان پر جم جائے ایسی حالت میں قلب سے طمع اور روح و نفس سے تمام تمنائیں نکل جاتی ہیں۔" اور ہم چیخ اُٹھتے ہیں

تو در دلی بغم ایں و آں کہ پردازد | بجائے جاں کہ تو باشی بجاں کہ پردازد؟
زناز نیست ترا فرصت و مرا ز نیاز | اکنوں بحالِ دلِ ناتواں کہ پردازد؟

اوپر کی توضیحات کا خلاصہ یہ ہے :-

۱) دعا پر ہم مامور ہیں اُدْعُونِی نیز فَعَلَیْکُمْ عِبَادَاللّٰہِ بِالدُّعَاءِ اور دعا کرنا فطری ہے یعنی ہماری فطرت کا تقاضہ ہے -

۲) دعا کے بعد ہمیں اس کی اجابت پر یعنی اس کے قبول ہونے پر یقین رکھنا چاہیئے ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ -

حق تعالےٰ چونکہ محسن ومجمل وکریم ورحیم ، لطیف ورؤف وودود ہیں ، ان کی نعمتیں ورحمتیں ہم پر [illegible]ط ہیں ، ہماری زندگی میں ان کا ظہور ان کے قبول کرلینے کے بعد ہی ہوتا ہے - یہ ایک کلی وضروری [illegible]یاتی قانون ہے - اس کی ہمیشہ پابندی کرنی چاہیئے ، دعا کرنے کے بعد قلب کی نظر حق تعالےٰ کی [illegible] ہی صفات پر جم جانی چاہیئے اور شعور کے دروازے ان کے ظہور کے لئے کھول دیئے جانے چاہئیں [illegible] کے مختلف اوقات میں قلب کی کشش ونگرانی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ان ہی صفات کی طرف ہونی [illegible]ہیئے تاکہ حسن ظن قوی ہوتا جائے -

سزد کہ از ہمہ کس چشم وگوش بر بندیم　　تمام چشم وہمہ گوش کردۂ مارا　(درد)

۳) دعا کے بعد ہی اس کی قبولیت پر صمیم قلب سے شکر ادا کرنا چاہیئے ، انسانی تخیل کی بلند ترین پرواز بھی حق تعالےٰ کی ان نعمتوں اور رحمتوں کا اندازہ نہیں کرسکتی جو انھوں نے بندۂ مومن کے لئے فراہم کررکھی ہیں فلا تعلم نفس ما اُخفی لھم من قرۃ اعین -

ہر سرِ مو بر تن ار گردد زبان شکر گوی

کے توانم کردن از شکرت سرِ موئے ادا　(جامی)

ہمارے ان اشارات پر عمل کرتے ہوئے اب تم اپنی کسی ضروری حاجت کا تصور کرو اور [illegible] - اس کو حق تعالےٰ کے حضور میں پیش کرو - ہاں پیش کرنے سے پہلے حق تعالےٰ کی حمد ان الفاظ میں [illegible]و جن الفاظ میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے سبحان ربی العلی الاعلی الوھاب [illegible]ن مرتبہ اور درود شریف تین مرتبہ - پھر کہو :-

يَارَبِّ إِنَّكَ مَلِيْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَاتَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ يَّكُوْنُ[1] — اے پروردگار آپ مالک مقتدر ہیں، آپ جو چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے۔

اب اپنی حاجت کا سوال کرو۔

۲- اپنی دعا کی اجابت پر کامل یقین رکھو کیونکہ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَاءِ

۳- اپنی اس حاجت کی تکمیل پر منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے رہو۔ اس بیت کی تکرار مفید پائی گئی

شکرے فزوں ز عرصۂ اندیشۂ خیال — ہر دم نثار حضرت وہاب ذی الجلال

۴- اب اپنی حاجت، اس کی مشکلات، درد و حزن کا خیال مت کرو بلکہ حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر نظر رکھو کہ وہ اس حاجت کی تکمیل کر رہی ہے نفس و قلب و روح کی تمام قوتوں کے ساتھ حق تعالےٰ کی قدرت کاملہ کو اس حاجت کی تکمیل کی صورت میں نمایاں ہوتے ہوئے دیکھتے رہو۔ تمہاری دعا مرتبہ غیب میں اب بھی مستجاب ہو چکی ہے اگر تمہاری نظر اس اجابت حق پر جمی رہے اور زبان سے اس کی تکمیل کا شکر ادا کرتے رہو تو اس کا ظہور مرتبہ غیب سے مرتبہ ظہور میں بھی نمایاں ہو جائے گا!

اس طریقہ سے دعا کرتے رہو یا تو تمہارا مقصود و مطلوب حاصل ہو جائے گا یا پھر یہ مقصود ہی بدل جائے گا اور تم مستانہ وار چیخ اٹھو گے۔

نمی خواہیم جز زلف تو زنجیر — زہے دیوانۂ عاقل کہ مائیم

اب تم عوام بلکہ خواص کی صف سے نکل کر "عاشق مولیٰ" بن جاؤ گے: عام، خاص و عاشق مولیٰ کا حال مختصر طور پر یہ ہے:۔

"عام، دنیا دید، گفت "منزل این است"! خاص، عقبیٰ دید و گفت "حاصل این است"، عاشق مولیٰ

---

[1] حضرت سعید بن المسیبؒ تابعی سے منقول ہے کہ جو شخص ان کلمات کو پڑھ کر ان کے معنی کا تحضر کر کے دعا کرے تو وہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ اسی طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ کو یہ دعا سکھلائی تھی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْاَعْظَمِ وَرِضْوَانِكَ الْاَكْبَرِ کسی جاننے والے سے وہ کلمات سیکھ لو جن کے توسل سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

خواست، گفت "مشکل این است"! عام را دوزخ رسید۔ خاص را بہشت، عاشق دوست را دید،

ہر دو بہشت!"

قومٌ همومهمْ باللہ قد علقتْ [1] فما لهم همم یسمو الی احد

قرآن مجید نے ان ہی کی شان میں کہا ہے یُرِیدُوْنَ وَجْهَهٗ یعنی وہ حق سبحانہ تعالےٰ کی ذات

کے خواہاں ہیں، کسی اور چیز کے نہیں۔

ما روئے ترا قبلۂ جاں ساختہ ایم بر نطع غمت ہر دو جہاں باختہ ایم

چنانچہ حضرت رابعہ بصری سے کسی نے کہا الا تسالین الجنۃ؟ کیا آپ حق تعالیٰ سے جنت کا

سوال نہیں کرتیں؟ فرمایا: الجار، ثم الدار "یعنی پہلے ہمسایہ پھر مکان" یعنی پہلے حق تعالےٰ کی معیت

ہو پھر جنت کا سوال آئے گا:

گر ہست ترا صاف دل و روشن رائے ہمسایہ طلب نخست، آنگاہ سرائے

دُعا کے ذریعہ دوسروں کی مدد کس طرح کی جائے؟

اگر آپ کا کوئی عزیز، آپ کا محبوب آپ سے ہزاروں کوس دور، درد و غم میں مبتلا، بلا و مصیبت میں گرفتار ہو اور آپ سے دعا کا طالب ہو تو کیا آپ جانتے ہیں کہ دعا کے ذریعہ اس کی تائید کا بہترین طریقہ کیا ہے؟ آپ کو سن کر تعجب ہو گا کہ جو طریقہ خود ہمیں اپنی بلا و مصیبت، خوف و حزن کو دفع کرنے میں کام آتا ہے وہی اس محبوب کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تفصیلات اجمالی طور پر یہاں پیش کی جاتی ہیں، ممکن ہے کہ یہ آپ کی سمجھ میں آجائیں اور آپ کو ان باطنی ربانی قوتوں کا علم ہو جائے جن سے آپ اب تک بے خبر تھے، ان کے استعمال سے آپ خود کیف و سرور حاصل کریں اور دوسروں کی بھی راحت و آسائش کا باعث بن جائیں۔

[1] یہ ایک قوم ہے جس کا ارادہ حق تعالیٰ سے وابستہ ہے، ان کی ہمت کسی دوسری چیز کی طرف رخ نہیں کرتی۔

زیں شہد یک انگشت رسانم بہ لبت   از لذت اگر محو نہ گردی تُف کن !

ایک نامعلوم خطۂ زمین میں ایک مکتشف مصروفِ تحقیق ہے اور یکایک راستہ بھٹک جاتا ہے۔ اب وہ پختہ کار خوب جانتا ہے کہ اس حالت میں اس کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ وہ حواس باختہ نہ ہو جائے، اس کے اوسان جاتے نہ رہیں، ہستی گم نہ ہو جائے! اس کو خوب معلوم ہے کہ خوف کے مارے اگر اس کی عقل جاتی رہے تو پھر اس کو کبھی راستہ نہیں ملتا اور وہ ہمیشہ کے لئے ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اگر اس نے اس وقت اپنے قلب کو سنبھال لیا، اس کو خوف وہراس سے آزاد رکھا، پُر سکون، خاطر جمع اور مطمئن رہا تو ممکن ہے اس کو راستہ مل جائے اور وہ ہلاکت سے بچ جائے۔

بالکل یہی حال تمام مصائب و مشکلات کا ہے۔ سب سے پہلے ہمیں اپنے قلب کو خوف و پریشانی سے بچانا چاہیئے۔ جب ہم پر بلاؤں کا نزول ہوتا ہے، درد و غم کے بادل امنڈ آتے ہیں، تو سب سے زیادہ ضروری کام یہ ہے کہ حق تعالےٰ کی معیت کا احساس کر کے اپنے قلب کو خوف سے محفوظ کر لیں۔ خوف دور ہوا اور ہم نے ذاتی نفع و ضرر کے خیال سے بلند ہو کر اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہا: "حق تعالیٰ کے ہوتے ہوئے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں" اور زباں کے الفاظ میں دنیا کے اچھے اور برے کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر دیا کہ :-

دنیا کے نیک و بد سے کچھ تاباںؔ نہیں ہے مجھ کو غم
گر یوں ہوا تو کیا ہوا اور وُوں ہوا تو کیا ہوا

تو اب خارجی حالات میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور حیرتناک طریقہ سے ہمیں بلاؤں سے نجات مل جاتی ہے اور مَنْ یَتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا کا وعدہ پورا ہو جاتا ہے، اسی طرح ہم اپنے محبوب کی خواہ وہ ہم سے قریب ہو یا بعید، اس کے بارے میں پریشان اور خوف زدہ ہو کر کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ ہماری پریشانی و خوف سے بجائے اس کی مصیبت کم ہونے کے اور زیادہ ہو جاتی ہے، کیونکہ ہم اپنی مسموم فضا سے اس کو بھی متاثر کرتے ہیں اور اس کے خوف اور پریشانی میں اور اضافہ کرتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہمیں اس کی طرف سے بے پرواہ ہو جانا چاہیئے اور "اس کا خدا مالک ہے" کہہ کر بے فکر۔ وہ درد و تکلیف

میں مبتلا ہے اور ہمیں اس کی مدد کرنی ضروری ہے، وہ ہم سے کوسوں دور ہے، اس کی جسمانی خدمت کا ہمیں کوئی موقع حاصل نہیں ہے، اس کی خدمت کا روحانی طریقہ ہی اختیار کیا جاسکتا ہے اور وہ دعا و تفویض کا طریقہ ہے۔ ہم اس کے لئے اس طرح دعا کر سکتے ہیں کہ گویا وہ اپنے لئے دعا کر رہا ہے اور معیت و نصرت حق کا اس طرح ادراک کر سکتے ہیں کہ گویا وہ خود اس کا ادراک کر رہا ہے۔

اس طریقہ کے استعمال سے سب سے زیادہ اسی شخص کو کامیابی حاصل ہوتی ہے جو متقی یا پرہیزگار ہے، توحید کے میدان کا مرد ہے، امتثال امور الٰہیہ میں اپنی زندگی بسر کر رہا ہے، نواہی سے مجتنب ہے اور فسق و فجور سے تائب۔ اس کی دعا میں بلا کا اثر ہوتا ہے اور حق تعالیٰ نے اسی کے متعلق تو فرمایا ہے کہ "میں اس کا ہاتھ، آنکھ کان، پاؤں ہو جاتا ہوں کنتُ سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یُبصرہ بہ و یدہ التی یبطش بھا و رجلہ التی تمشی بھا (رواہ البخاری)

بہرحال پہلی چیز یہ ہے کہ ہم خود اپنے خوف زدہ اور پریشان قلب کو سکون و جمعیت عطا کریں، اس کے انتشار اور پریشانی کو رفع کریں یعنی جب ہمیں اپنے محبوب کے متعلق بُری خبر پہونچے تو ہمیں چاہیئے کہ فوراً بفحوائے ففرّوا الی اللہ حق تعالےٰ کی طرف گریز کریں، کیونکہ تمام چیزوں کا اختیار ان ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہی پناہ دیتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا:

قُلْ مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

تمام اہل اللہ کو اس امر کا تجربہ ہے کہ جب کوئی اپنی مصیبت کو ابتدا میں حق تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہے اور خلق کو اس کی اطلاع نہیں دیتا تو بہت جلد نصرتِ الٰہی اس کو دور کر دیتی ہے اور اس کے قلب کو سکون و طمانیت عطا کرتی ہے!

اوپر کے صفحات میں ہم بتا چکے ہیں کہ خوف و غم، رنج و کرب کے وقت ہمیں اپنے نفس کو یقین دلانا چاہیئے کہ:

حق تعالیٰ اس جگہ حاضر و موجود ہیں	اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط
حق تعالیٰ قطعاً میرے ساتھ ہیں	ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ

حق تعالیٰ میرے قریب ہیں — ان ربی قریب مجیب

حق تعالیٰ ہر جہت میں موجود ہیں — فاینما تولوا فثم وجه الله

ثواب

حضورِ حق رحمت ہے، حضورِ حق امن وطمانیت ہے، حضورِ حق مسرت ہے:

اس مراقبہ وتفکر سے حق تعالیٰ کا ادراک انفس وآفاق میں قائم ہونے لگتا ہے اور ادراک حق کے قیام کے ساتھ ہی خوف وحزن، ہم وغم، کرب والم سب غائب ہو جاتے ہیں، کیونکہ قلب ان کی سطح سے بہت بلند ہو جاتا ہے اور سکون وسرور، امن وطمانیت کی لہریں اندر سے اُٹھنے لگتی ہیں! حق تعالیٰ کو وہ اپنے ساتھ پاکر ان ہی میں مشغول ہو جاتا ہے اور ان ہی سے راضی، اور جب وہ حق تعالیٰ سے راضی ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو جاتے ہیں رضی الله عنهم ورضوا عنه

اس طرح جب ہم نے اپنے خوف وحزن کو دور کر لیا اور حق تعالیٰ کی یافت وشہود کی بدولت قطرۂ نور بن گئے، ذاتِ الٰہی کے سرور سے ہمیں بھی کچھ حصہ مل گیا تو اب ہم اپنے دور افتادہ مہجور محبوب کی دعا کے ذریعہ مدد کر سکتے ہیں۔ ذرا احتیاط کے ساتھ اس طریقہ پر غور کرو:۔

ہمیں اس کی جانب سے یافت قائم کرنا ہے۔ اگر اس کی جان خطرے میں ہے، اگر وہ بلاؤں میں گرفتار ہے تو جب ہم اس کا خیال کریں گے تو ہمارے قلب میں وہی تاریکی پیدا ہو گی جس میں وہ گھرا ہوا ہے۔ جب ہم نے اپنی تاریکی یافت حق کی وجہ سے دور کر لی تو اب ہمیں اس کی تاریکی اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے اور جس طرح اپنی تاریکی رفع کی تھی بالکل اسی طرح اس کے خیال سے پیدا ہونے والی تاریکی کو بھی دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ دوست کے غم سے ہمیں غم ہوتا ہے اس کی بے چینی ہمیں بے چین کرتی ہے۔ جب اس کی جان کے خطرے یا ضرر کا خیال قلب میں پیدا ہوا کہ قلب کی کیفیت بدلنے لگی اور اسی کیفیت کو حزن وخوف وکرب سے تعبیر کیا جاتا ہے، قلب کی اس کیفیت کو جب تم نے حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کے تذکرے سے، حق تعالیٰ کی ذات کی یافت سے، ان کے حضور و معیت واحاطت و قرب و اقربیت کے ادراک فی الانفس والآفاق سے دور کر لیا کہ تمہارے محبوب کا خوف وحزن خود اس کے

قلب سے ہٹ گیا اور چین وسکون کی کیفیت کا ظہور ہونے لگا وھو سرٌّ عجیبٌ جدًّا۔

اپنے دور افتادہ محبوب کی مدد کرنے کا روحانی طریقہ بس یہی ہے کہ پہلے اس کے غم ومصیبت کے بوجھ کو اپنے کاندھوں پر اٹھانا چاہیئے اور اس کا درد اپنے دل میں پیدا کرنا چاہیئے اور پھر حق تعالیٰ کے ذکر اور ان کی یافت کے ذریعہ امن وطمانیت اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے، اس طرح یہ بوجھ خود بخود اُٹھ جاتا ہے اور اس کو بلا ومصیبت سے نجات مل جاتی ہے وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے محبوب کو حق تعالیٰ کے تفویض کر دینا چاہیئے، ہمیں اس کی صورت کو ذہن میں مستحضر کر کے حق تعالیٰ سے یوں معروضہ کرنا چاہیئے "حق تعالیٰ میں نے فلاں (نام) کو آپ کے سپرد کیا، آپ کے تفویض کیا، اس کو نور اور نورانی کر دیجئے، اس کو عافیت عطا کیجئے، ضروریات کی تکمیل کیجئے۔ ربنا علیک توکلنا حسبنا اللہ نعم الوکیل، نعم المولیٰ ونعم النصیر

ہمیں اس امر کا بھی شدت سے استحضار کرنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ ہماری اور ان کی زندگی کے ہر واقعہ کا بذات خود تعین فرما رہے ہیں اور بشان رحمت تعین فرما رہے ہیں!

اس استحضار ہی سے امر واقعہ کا تحقق ہوتا ہے ہمارے لئے بھی اور اس کے لئے بھی انا عند ظن عبدی بی سے اس کی تائید ہوتی ہے، حالات میں آسانی اور سہولت پیدا ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن تقویٰ ہے اور متقی کی مراد حق تعالیٰ قطعاً پوری کرتے ہیں۔ ع

می دہد یزداں مراد متقین (رومی)

من یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یُسرًا سے ہمارے اس دعویٰ کی تائید ہوتی ہے من یتق اللہ یجعل لہ مخرجًا اس پر مزید روشنی ڈالتا ہے۔

امداد کے اس روحانی طریقے کے متعلق یہ بات واضح طور پر یاد رکھنی چاہیئے کہ کشف ضر حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا مخلوق میں نہ اس کی قوت ہے نہ طاقت لا قوۃ الا باللہ ہر شے کے خالق حق تعالیٰ ہیں اللہ خالق کل شیٔ قادر مختار حق تعالیٰ ہیں وربک یخلق ما یشاء و یختار فاعل حقیقی وہی ہیں، مخلوق محض آلات، مؤثر حقیقی صرف وہی ہیں باقی اوہام وخیالات؛

وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو وان یردک بخیر فلا راد لفضلہ یصیب بہ من یشاء من عبادہ وھو الغفور الرحیم (پ ۱۱، رکوع ۱۶)

اگر تم کو حق تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائیں تو بجز ان کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو راحت پہونچانا چاہیں تو ان کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مبذول فرمائیں اور وہ بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والے ہیں۔

جامی نے اسی عقیدے کے تحت فرمایا ہے:-

حق فاعل و ہر چہ جز حق آلات بود　　تاثیر ز آلت از محالات بود
ہستی کہ مؤثر حقیقی ست یکے ست　　باقی ہمہ اوہام و خیالات بود

جب ہم اپنے قلب میں اپنے محبوب کا درد لے کر مواجۂ حق میں آجاتے ہیں تو حق ہی کے نور سے ہمارا اور ہمارے محبوب کا درد رفع ہو جاتا ہے، فاعل و مؤثر قطعاً حق تعالیٰ ہی ہوتے ہیں الامر کلہ بید اللہ، بل الامر للہ جمیعاً اور ہم محض وہ آلات ہیں جن کے ذریعہ ان کا فیض کرم جاری ہوتا ہے۔

اے ستر تو در سینۂ ہر صاحب راز　　پیوستہ در رحمتِ تو بر ہمہ باز
ہر کس کہ بدرگاہِ تو آید بہ نیاز　　محروم ز درگاہِ تو کے گردد باز

خوف و حزن کو رفع کرنے کے ان اصول و طرق کو ذہن میں رکھکر اب آپ حافظ ابن ابی الدنیاؒ کے رسالہ کا مطالعہ کیجئے۔ آپ کہہ اٹھیں گے۔

پرتو از خورشید و نور از ماہ و باراں از سحاب
گل ز گلبن دُر ز دریا گوھر از کاں آمدہ　　(فجر بیلقانی)

ترجمہ

کتاب الفرج بعد الشدة

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنۡتِظَارُ الۡفَرَجِ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ	اللہ کی طرف سے خوشی کے آنے کا انتظار عبادت ہے
عِبَادَةٌ وَمَنۡ رَضِیَ بِالۡقَلِیۡلِ مِنَ الرِّزۡقِ	جو شخص تھوڑے سے رزق پر راضی ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ
رَضِیَ اللّٰهُ بِالۡقَلِیۡلِ مِنَ الۡعَمَلِ	بھی اس کے تھوڑے عمل سے راضی ہوجاتا ہے۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اسئلوا اللہ من فضلہ	اللہ تعالیٰ کے فضل سے سوال کیا کرو، اللہ تعالیٰ
فان اللہ یحب ان یسال	اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ اس کے فضل سے
من فضلہ وافضل العبادۃ	سوال کیا جائے اور افضل عبادت آسانی و راحت
انتظار الفرج	کے آنے کا انتظار ہے۔

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَمۡ یُعۡطَ احدٌ عطاءً خیراً	اگر کسی کو بہترین عطاء اور کشادہ ترین نعمت دی گئی
ولا اوسعَ من الصبر	ہے تو وہ صبر ہے۔

ربیع بن خثیم روایت کرتے ہیں:۔

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا	جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مخرج یا نکلنے
قال المخرج من کل ما	کا راستہ بناتا ہے "مخرج" سے مراد ہر اس چیز سے نجات
ضاق علی الناس	ہے جو انسان کو تنگ کرتی ہے"۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے آیت کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ کے معنی دریافت کیے گئے، تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس کے معنی دریافت کیے گئے تو آپ نے فرمایا تھا:۔

...ن شانه ان يغفر ذنبا ... يكشف كربا و يرفع قوما و يضع ... خرين

اس کی شان یہ ہے کہ وہ گناہوں کو بخشتا ہے مصیبتوں کو دفع کرتا ہے ایک قوم کو بلند کرتا ہے تو دوسری قوم کو پست کرتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے ...ے کہ آپ نے فرمایا۔

...ذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ ...جف القلم و رُفعت الصحف ...الذی نفسی بیدہ لَو جُهِدَتْ ...الْاُمَّة لتنفعك بغير ما ...تب الله لك ما استطاعت ...لك ولو ارادت ان يضرك ...غير ما قُدِّر لك ...ا استطاعت

تم جب کبھی مدد مانگو تو اللہ ہی سے مانگو، یاد رکھو قلم سوکھ چکا ہے قسمت کے صحیفے تہہ کر دیئے گئے ہیں قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اب اگر ساری دنیا بھی یہ کوشش کرے کہ تمہیں نفع پہونچائے جو کاتب تقدیر کے فیصلہ کے خلاف ہو تو ہرگز نہیں پہنچا سکتی اور اگر ساری دنیا بھی یہ چاہے کہ تمہیں ضرر پہونچائے جو کاتب تقدیر کے فیصلہ کے خلاف ہو تو ہرگز نہیں پہنچا سکتی

کار خود گر بخدا باز گذاری حافظ ؎ اے بسا عیش کہ با بخت خدا دادہ کنی!

سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ ابن عباسؓ ...ے فرمایا کہ اے لڑکے! کیا میں تمہیں ایسے کلمات سکھلاؤں جن سے تم کو نفع پہونچے، انھوں نے کہا ...ضرور، یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا!

...حفظ الله يَحْفَظْكَ احفظ الله ...تجده تُجاهك اذا سألت ...فاسئل الله و اذا استعنت ...فاستعن بالله جَفَّ القلم بما هو

تم اللہ کو یاد رکھو وہ بھی تمہیں یاد رکھے گا، تم اللہ کو یاد رکھو تم اُسے اپنے سامنے ہی پاؤ گے، جب مانگو تو خدا ہی سے مانگو، جب مدد طلب کرو تو خدا ہی سے طلب کرو، (قیامت تک)، جو ہونے والا تھا اس کو

...ہ فارسی اشعار کا اضافہ مترجم نے کیا ہے۔

كائن فلو جهد العباد ان ينفعوك
بشئٍ لم يكتبه الله لك لم يقدروا
عليه ولو جهد العباد على ان يضروك
بشئٍ لم يكتبه الله لك لم يقدروا
عليه فان استطعت ان تعمل لله
بالصدق في اليقين فافعل فان
لم تستطع فان في الصبر على ما
تكره خيراً كثيراً۔ واعلم ان النصر
مع الصبر وان الفرج مع الكرب
وانّ مع العسر يسراً وان مع العسر يسراً!

لکھ کر قلم سوکھ چکا ہے۔ اب اگر تمام قوم بھی کوشش کرے
کہ قضا وقدر کے خلاف تمہیں ضرر پہونچائے تو ممکن
نہیں، یا امر تقدیری سے ہٹ کر تمہیں نفع پہونچائے
تو ممکن نہیں، جہاں تک تم سے ہو سکتا ہے کہ اللہ
تعالیٰ پر یقین کر کے سچائی کے ساتھ عمل کر سکو تو ویسا
ہی کرو، اگر عمل کرنا نہیں ہو سکتا تو مصیبت پر صبر میں
بہت بڑا فائدہ ہے۔ جان لو کہ کامیابی صبر کے
جلو میں ہے اور مسرت رنج کے پہلو میں ہے، اور
یاد رکھو کہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے، البتہ مشکل کے
ساتھ آسانی ہے۔

خدا ہرچہ خواہد کند بندہ باش
رضا پیش گیر و سر افگندہ باش (سعدی)

عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من اكثر من الاستغفار جعل الله
عزوجل له من كل هم فرجا
ومن كل ضيق مخرجا ورزقه من
حيث لا يحتسب

جو کثرت سے استغفار کیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے
ہر رنج سے خوشی نکالتا ہے اور ہر تنگی سے نکلنے کا
راستہ بناتا ہے اور اس کو اس طرح رزق دیتا ہے کہ وہ
خود نہیں سمجھ سکتا۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يتلوا على هذه الآية ومن يتق الله يجعل
له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب
ومن يتوكل على الله فهو حسبه ثم يقول

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثر یہ آیت تلاوت فرماتے
"جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نکلنے کا راستہ
بناتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق پہونچاتا ہے جہاں
سے وہ خود نہ سمجھے" پھر فرماتے اے ابوذر! اگر تمام

یا اباذر لو ان الناس کلھم اخذوا بہا لکفتھم

لوگ اس آیت کو اپنے لئے نشانِ عمل بنالیں تو یہ انھیں کافی ہو جائے۔

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جاء رجل الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال ان بنی فلان اغاروا فذھبوا بابلی وابنی، فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اٰل محمد کذا وکذا اھل بیت ما فیھم مُدٌّ من طعام او صاع من تمر فسأل اللہ عزوجل فرجع الی امرأتہ فقالت ما قال لك فاخبرھا فقالت نعم ما رُدَّ علیك فما لبث ان رد اللہ الیہ ابلہ وابنہ اوفر ما کانت فاتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فصعد النبی صلے اللہ علیہ وسلم المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ وامر الناس بمسئلۃ اللہ عزوجل والرغبۃ الیہ وقرء علیھم و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب

ایک شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں قبیلہ کے لوگ میرا گھر بار لوٹ کرلے گئے میرے اونٹ اور میرے بچے تک لیکر چل دیئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت آپ کی بیٹیوں کے پاس یا آپ کے گھر والیوں کے پاس کھانے کی کوئی چیز یا ناپ بھر اناج یا کھجور حاضر نہیں ہے جاؤ خدائے تعالیٰ سے مانگو۔ وہ گھر لوٹ آیا تو اس کی بیوی نے پوچھا کیا جواب ملا؟ اس نے کہا کہ آپ نے ایسا ایسا فرمایا ہے۔ بیوی نے کہا "بالکل صحیح ہے تم ایسا ہی کرو"۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کچھ دن نہ گذرے کہ اس کے اونٹ اور اس کے بچے سب واپس مل گئے اور اس کو اس سے زیادہ مل گیا جتنا کہ اس کے قبل اس کے پاس تھا۔ پھر وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس کی خبر دی، آپ منبر پر چڑھے اور خدا تعالیٰ کی تعریف فرمانے کے بعد کہا "لوگو! تم اللہ سے مانگا کرو اور اسی کی طرف رغبت کرو"۔ اور یہ آیت پڑھی ومن یتق اللہ الخ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کیلئے نکلنے کا راستہ بناتا ہے اور اسکو وہاں سے رزق پہنچاتا ہے جہاں کہ نہ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لاحول ولاقوۃ الا باللہ دواء من تسعۃٍ وتسعین داءٍ ایسرھا الھمّ

"لاحول ولاقوۃ الا باللہ" ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جن میں سے سب سے ادنیٰ بیماری رنج ہے۔

حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ساعات الاذی یذھبن ساعات الخطایا

تکلیف کی گھڑیاں گناہوں کی گھڑیوں کو لے کر چلی جاتی ہیں۔

ابی مجلز سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

لاأُبالی علی ای حال اصبحت علی ما اُحبُّ او علی ما اَکرَہ وذلک لانی لاادری الخیر فیما احب اوفیما اکرہ

میں اپنی کسی حالت کی پرواہ نہیں کرتا نہ اس حالت کی جس کو میں پسند کرتا ہوں نہ اس حالت کی جس کو میں ناپسند کرتا ہوں۔ یہ اس لئے کہ مجھے معلوم نہیں کہ خیر میرے لئے کس میں ہے، آیا میری پسندیدہ حالت میں ہے یا ناپسندیدہ حالت میں؟

ابراہیم بن سعید سے روایت ہے "اگر ہمارے لئے اس چیز میں خیر نہیں ہے جو ہم کو پسند نہیں ہے تو اس چیز میں بھی خیر نہیں ہے جو ہمیں پسند ہے"۔

منصور بن عبدالرحمن کہتا ہے کہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور مجھ سے خواہش کی کہ میں حضرت حسن رضؓ سے اس آیت کے معنی پوچھوں۔

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا (پ۲۷ ع۱۹)

کوئی آفت نہیں پڑی ملک میں نہ تم میں جو لکھی نہ ہو ایک کتاب میں اس سے پہلے کہ ہم پیدا کریں اس کو۔

تو میں نے اس کے معنی پوچھے، آپ نے فرمایا "سبحان اللہ کون اس بات میں شک کرسکتا ہے ہر مصیبت چاہے آسمان سے آئے یا زمین سے وہ کتاب تقدیر میں اس کے جانوں پر واقع ہونے سے پہلے لکھی ہوئی ہے"۔

حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ادخل نفسک فی ھموم الدنیا و اخرج منھا بالصبر ولیردک عن الناس ما تعلم من نفسک — تو اپنی ذات کو دنیا کے رنج و محن میں ڈال، پھر اس میں سے صبر کے ساتھ نکل آ، جماعت کی آزمائش سے وہ چیز تجھے پلٹا لیگی جو اپنے نفس کی تعلیم سے تو حاصل کریگا

بدریا غلط و باموجش درآویز — حیات جاوداں اندر ستیز است (اقبال)

ابو خیر اسحاق العزادی نے کہا کہ جب ہم پر ازدھیر نے کرخ میں حملہ کیا تھا تو اس کے پاس اسّی ہاتھی تھے جس کی وجہ سے ہمارے سوار اور پیدل صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا تھا اور محمد بن قاسم پریشان ہو رہا تھا۔ اس وقت اس نے عمران النعمان حاکم حمص کو پکارا اور فوجوں کو جم کر لڑنے کا حکم دیا، مگر جب مشکلات زیادہ دیکھیں تو اب وہ بار بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا ورد کرنے لگا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے اسباب بنے کہ ہاتھی سوار فوج کو پسپا ہونا پڑا۔

ہوا یہ کہ یکایک سخت گرمی پڑی جس کی وجہ سے ہاتھی پیاسے اور پریشان ہو گئے اور پانی پینے کے لئے بھاگنے لگے، ہر چند کہ ان کے افسر اور فوجدار انھیں ضبط میں رکھنے کی کوشش کرتے رہے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا جس کی وجہ سے ہماری فوج کو جوابی حملہ کرنے کا موقع مل گیا اور اس کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمیں فتح و نصرت نصیب ہوئی۔

روایت ہے کہ حبیب بن مسلمہ دشمن کی فوج میں گھسنے یا اس کے قلعہ پر حملہ کرنے کے وقت لاحول و لاقوۃ الا باللہ کا ورد رکھتے تھے جو انھیں بہت محبوب تھا۔ اسی طرح ایک مرتبہ وہ ایک قلعہ کا محاصرہ کر رہے تھے کہ دشمن کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی پھر تمام مسلمانوں نے بھی اس کا ورد شروع کیا اور قلعہ کی دیواریں گرنے لگیں۔ خالد بن رافع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود سے فرمایا:

لا تکثر ھمک ما یقدر یکن وما ترزق یاتک — اپنے آپ کو زیادہ رنج و محنت میں نہ ڈال، جو تقدیر میں ہے وہ برابر ہوتا ہے، جو رزق لکھا ہوتا ہے وہ تجھے مل کر رہتا ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن علی، محمد بن المنکدر کے ساتھ گذر رہے تھے محمد بن علی نے سوال کیا کہ کیا

بات ہے کہ میں تمہیں بہت اداس دیکھ رہا ہوں؟ ابو حازم (ایک تیسرے شخص) نے کہا کہ ہاں ان کو کچھ قرض ہے جس کی وجہ سے وہ پریشان ہیں۔ محمد بن علی نے کہا کہ اس کے لئے تو دعا کرو خدا رنج دفع کر دیگا۔ جواب میں کہا گیا بے شک! آپ نے فرمایا کہ خدا اس حاجتمند بندے کو برکت عطا فرماتا ہے جو اس سے اکثر دعا کیا کرتا ہے۔ کیونکہ حاجتیں اور پریشانیاں بھی تو اسی کے حکم سے ہوتی ہیں۔

ابن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ جس چیز کو بندہ ناپسند کرتا ہے وہ زیادہ خیر کی حامل ہوتی ہے بہ نسبت اس چیز کے جس کو وہ پسند کرتا ہے کیونکہ تکلیف کے وقت جس کو وہ ناپسند کرتا ہے دل میں دعا کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور راحت و عیش دل کو خدا سے غافل کر دیتے ہیں۔

عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ داؤدؑ اکثر یہ کہا کرتے تھے:

سبحان مستخرج الدعاء بالبلاء سبحان مستخرج الشکر بالرخاء

پاک ہے وہ ذات جو کسی پر بلا ڈال کر اس کے دل سے دعا نکلواتی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو کسی کو راحت و فراغت دیکر اس کے دل کو شکر گذاری کے جذبہ سے بھر دیتی ہے

روایت ہے کہ کردوس بن عمرو کو آسمانی کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ وہ کہتا ہے کہ وہ خاص باتیں جو میں نے ان کتابوں میں پڑھیں ان میں سے ایک یہ ہے "خدائے تعالیٰ جس کو زیادہ دوست رکھتا ہے اس کو زیادہ آزمائش میں ڈالتا ہے"

بشار المجاشعی بہت بڑا عبادت گذار تھا۔ اسی کا بیان ہے کہ میں نے ایک عابد سے وصیت چاہی تو اس نے کہا "مقدر جہاں کہیں تجھے ڈالنا چاہے تو اپنے آپ کو وہیں ڈال دے، اسی سے توقع ہے کہ تیرے دل کو فراغت نصیب ہو اور تیرا رنج و محن ہلکا ہو سکے، تقدیر پر غصہ کرنے سے خبردار رہ ورنہ تو بھی اس کے ردعمل کا آماجگاہ بن جائے گا جس کی تجھ میں برداشت نہ ہو سکے گی، ممکن ہے تیری غفلت و بے شعوری کی حالت میں ایسا ہو جائے"

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من نزلت بہ حاجۃ فانزلھا

جب کسی کو حاجت مندی گھیر لیتی ہے تو وہ لوگوں

الناس ما يسدّ فاقته	کے در پر چلا جاتا ہے، تاکہ اس کی محتاجی کا بندوبست
ان انزلها بالله اوشك	کیا جائے لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے آگے پیش کرتا
...... الله باجل حاضرٍ	تو یا تو اسے موت ہی کے ذریعہ نجات مل جاتی یا
ورزق عاجلٍ	جلد ہی اسے رزق مل جاتا۔

عمران بن حصین نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من انقطع الی الله عزوجل	جو شخص چوطرف سے کٹ کر اللہ تعالےٰ ہی کی طرف رجوع
كفاه الله كل مؤنة ورزقه	ہو جائے تو اس کا وہ ہر مشکل میں دستگیر ہو جائے گا اور
من حيث لايحتسب ومن	اسے وہاں سے رزق دیگا جہاں سے کہ وہ (بندہ) خود
انقطع الی الدنيا وكله الله	توقع نہ کرتا ہو، مگر جو شخص دنیا ہی سے لپٹ جائے تو
اليها	خدا اس کو دنیا ہی کے سپرد کر دیتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اطلبوا لخير دهركم كله وتعرضوا	تم تمام عمر خیر ہی کو طلب کرتے رہو، اور اللہ تعالےٰ کی
لنفحات رحمة الله فان لله	رحمت کے جھونکے لیتے رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس
عزوجل نفحات من رحمته يصيب	رحمت کے جھونکے ہیں جن کا وہ اپنے بندوں میں سے
بها من يشاء من عباده وسئلوا	جس کی طرف چاہتا ہے بہاؤ کر دیتا ہے اور اللہ تعالےٰ
الله ان يستر عوراتكم ويؤمن	ہی سے درخواست کرتے رہو کہ وہ تمہاری برہنگی میں
روعاتكم	تن پوشی کرے اور تمہیں خوف کے وقت امن دے۔

عبداللہ المعافری سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک مرتبہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر سے ہوا۔ آپ نے فرمایا:۔

لا تكثر همك فان ما يقدر يكن	تم اپنے رنج و غم کو نہ بڑھاو کیونکہ جو قسمت میں ہوتا ہے
وما ترزق ياتك	ہو کر رہتا ہے اور جو رزق کہ ملنا ہے مل ہی جاتا ہے۔

ابو عبداللہ الصمد العمی کہتا ہے، مالک ابن دینار رضی اللہ عنہ کو بحالت مرض یہ کہتے ہوئے سنا اور وہ آخری الفاظ تھے جو میں نے ان سے سنے تھے)

ما اقرب النعم من البوس	یعنی نعمتیں تکلیفوں سے کس قدر قریب ہوتی ہیں جو ایک کے
یعقبان و توشکان زوالاً	بعد ایک آتی ہیں پھر یہ دونوں بھی زوال پذیر ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

لو ان العُسر دخل فی حجر	اگر مصیبت و تنگی کا گذر پتھر میں بھی ہو، تو راحت و
فجاء الیسر حتی دخل معه	آسودگی اس کے پیچھے ہی پتھر میں گھسنے کی کوشش کریں گی
قال اللہ عزوجل ان مع العسر	یہاں تک کہ کامیاب ہوجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے
یسرا و ان مع العسر یسراً۔	فرمایا ہے "البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے اور البتہ
(پ ۳۰، سورۂ الم نشرح)	مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر کئے گئے تو آپ نے انھیں فرمایا

مہما ینزل بامرء شدة یجعل اللہ	جب اللہ تعالیٰ کسی انسان پر کوئی سختی نازل کرتا ہے تو
له بعدها فرجا وانه من یغلب	اس کے بعد راحت و کشایش بھی عطا فرماتا ہے اور وہی
عسرا یُسرین وانه یقول اصبروا	ہے جو ایک تکلیف پر دو راحتوں کو غالب فرماتا ہے اور وہی
وصابروا و رابطوا واتقوا اللہ	ہے جو ارشاد فرماتا ہے "ایمان والو ثابت قدم رہو اور
لعلکم تفلحون	مقابلہ میں مضبوطی کرو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو شاید تم
(پ ۴ ع ۱۱)	مراد کو پہونچو"۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان یونس حین بدا له ان یدعوا اللہ	جب یونس علیہ السلام کے لئے کلمات طیبہ کے ذریعہ
بالکلمات حین ناداه وهو فی بطن الحوت	دعا کرنے کا وقت آیا، یعنی جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے

فقال اللّٰهم لا إله إلا أنت سبحانك
إني كنت من الظالمين، فاقبلت
الدعوة تحت العرش فقالت
الملائكة يارب هذا صوت ضعيف
معروف من بلاد غريبة فقال اما
تعرفون ذلك قالوا يارب ومن هو
قال ذاك عبدي يونس قالوا عبدك
يونس النبي لم تزل ترفع له عمل
متقبل ودعوة مجابة قالوا يارب
افلا ترحم ما كان يصنع في الرخاء
فتنجيه من البلاء قال
بلى فامر الحوت فطرحه
بالعراء

توانھوں نے کہا" کوئی معبود نہیں سوائے تیرے، پاک ہے تو، بیشک میں ہی گنہ گاروں میں سے تھا" ان کی دعا عرش کے نیچے پہونچ گئی اور فرشتوں نے کہا" اے پروردگار یہ ایک کمزور مگر پہچانی ہوئی آواز ہے، جو کسی دور کے ملک سے آرہی ہے" اللہ تعالیٰ نے کہا" کیا تم اس شخص کو نہیں پہچانتے"؟ فرشتوں نے کہا" اے رب وہ کون شخص ہے"؟ کہا" یہ میرا بندہ یونس ہے"۔ انھوں نے کہا" وہ تیرا بندہ یونس جس کا عمل مقبول اور جس کی دعا مستجاب ہوا کرتی ہے"؟ پھر کہا" اے رب کیا اس کے ساتھ تو وہی رحم کا سلوک نہ کریگا جس کا وہ حالت فراغت میں بھی مستحق تھا جس کی وجہ سے وہ بلا سے نجات پا سکے"؟ اللہ تعالیٰ نے کہا" بیشک" اور مچھلی کو حکم دیا کہ اسے میدان میں ڈال دے چنانچہ اس نے ڈال دیا۔

اس روایت کے ایک راوی ابو صخر کہتے ہیں کہ کچھ حصہ اس حدیث کا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بھی مروی ہے اور وہ یہ کہ جب مچھلی نے یونس کو کنارے پر ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے وہاں درخت یقطین کا اگا دیا، ہم نے کہا" اے ابوہریرہ یہ یقطین کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کدو کی ایک قسم ہے۔ پھر کہا وہاں ایک جنگلی گائے بھیج دی گئی جو زمین کی گھاس کھاتی اور یونس کو اپنا دودھ پلاتی۔ اسی طرح بہت سے دن اور رات گذرتے گئے۔

جاہلیت کا ایک شعر اس بارہ میں مشہور ہے۔

فانبت يقطينا عليه برحمة ۔۔۔ من الله لولا الله ألفى ضاحيا

اس قطعہ زمین پر خدا کی رحمت سے درخت بیل کا اگا دیا گیا۔ اگر خدا کی رحمت نہ ہوتی تو یونس کی قربانی ضائع گئی ہوتی۔

سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا اخبرکم بشئ اذا نزل برجل منکم کرب او بلاء من امر الدنیا دعا ربه یفرج عنه قال فقالوا بلیٰ قال دعاء ذی النون قال لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

آیا تمہیں ایسی چیز کی خبر دوں کہ تم میں سے کسی پر اگر کوئی تکلیف یا آفت پڑے اور وہ اس کے وسیلہ سے دعا کرے تو خدا اس مشکل کو دور کر دے؟ لوگوں نے کہا ہاں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا "وہ یونس ذوالنون کی یہ دعا ہے لا الٰہ الا انت الخ (کوئی معبود نہیں سوائے تیرے پاک ہے تو بیشک میں ہی گنہ گاروں میں سے تھا)۔

روایت ہے کہ قارون، یونس علیہ السلام سے تاریکیٔ سمندر میں ملا تھا اور وہ یونسؑ کو پکار رہا تھا "اے یونسؑ اپنے گناہوں سے توبہ کر، پہلے ہی مرحلہ میں تو اس کو اپنے پاس پائے گا اور جس کی وجہ سے تو اس کی طرف رجوع ہو سکے گا"۔ یونسؑ نے کہا "پھر تجھ کو کس نے توبہ سے منع کیا ہے؟" اس نے کہا "میری توبہ میرے عم زاد بھائی کے پاس رہن ہے جس کے معاف کئے بغیر وہ قبول نہیں ہو سکتی"۔

سعید بن ابوالحسن سے روایت ہے کہ جب مچھلی نے یونس علیہ السلام کو لقمہ بنا لیا تو انھوں نے خیال کیا کہ شاید اب میں مر گیا، مگر جب وہ پاؤں دراز کر سکے تو کہا کہ نہیں میں ابھی نہیں مرا، عادت کے موافق نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنی دعا میں کہا "اے اللہ! میں نے ایسی جگہ تیری مسجد بنائی ہے جہاں کسی نے نہیں بنائی ہوگی"۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اس آیت کے فلولا انه کان من المسبحین (اگر وہ تسبیح نہ کئے ہوتے) کے معنی یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ نماز نہ پڑھے ہوتے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لما ابتلع الحوت یونس علیہ السلام

جب مچھلی نے یونس علیہ السلام کو نگل لیا اور انھیں

اھویٰ بہ الی قرار الارض فسمع یونس	زمین کے کسی گوشہ کی طرف لے چلی، تو انھیں کنکریوں کے
تسبیح الحصی فنادی فے الظلمات	تسبیح کی آواز آنے لگی تو وہ بھی تاریکی میں (اور تاریکی بھی
ظلمات ثلاث بطن الحوت و ظلمۃ	تین طرح کی یعنی مچھلی کے پیٹ کی، رات کی اور سمندر کی)
اللیل و ظلمۃ البحر، لَآ اِلٰہ اِلَّآ انت	پکارنے لگے لا الٰہ الا الخ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہم نے
سبحانك انی کنت من الظّٰلمین۝	اسے ڈال دیا چٹیل میدان میں اور وہ بیمار تھا (پ ۲۳ ع ۹)
فنبذ ناہ بالعراء و ھو سقیم کھیئۃ	وہ اس مرغی کے چوزے کی شکل میں ہو گئے جس کے پَر
الفرخ الممعوط الذی لیس لہ ریش	نوچ لئے گئے ہوں۔

یحییٰ بن سالم سے روایت ہے کہ ملک الموت نے اپنے پروردگار سے یعقوب علیہ السلام سے ملنے کی اجازت مانگی، اجازت ملی، وہ یعقوب کے ہاں آئے اور سلام کیا، یعقوب نے کہا "میں تیرے پیدا کرنے والے کی قسم دے کر تجھ سے پوچھتا ہوں کہ کیا تو نے یوسف کی روح قبض کی ہے"؟ انھوں نے کہا نہیں، پھر ان سے کہا " میں تم کو ایسے کلمات سکھلاؤں جس کے پڑھنے کے بعد خدا تمہیں ضرور وہ چیز عطا کریگا جس کا تم اس سے سوال کرتے ہو"؟ یعقوب نے کہا ضرور، انھوں نے کہا دیکھو وہ کلمات یہ ہیں،

یَا ذَاالمعروف الذی لاینقطع ابداً	اے بخشش کرنے والے جس کی بخشش کا سلسلہ لا متناہی
ولا یحصیہ غیرہ	ہے اور جس کو کوئی نہیں گھیر سکتا۔

اہل کوفہ میں سے ایک شخص سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جب یوسف علیہ السلام سے قید خانہ میں ملے تو یوسف نے کہا " اے طبیب! تم کو کس نے میرے ہاں بھیجا ہے"؟ انھوں نے کہا "تیرے دل کی پکار نے" پھر کہا "تم یہ دعا پڑھا کرو":

اَللّٰھُمَّ یا شاھداً غیر غائب و یا	اے وہ جو ہر وقت موجود ہے کبھی ہم سے غائب نہیں
قریبا غیر بعید و یا غالبا	ہوتا، اے وہ جو ہر وقت ہم سے نزدیک ہے کبھی دور
غیر مغلوب اِجْعَل لِی من	نہیں ہوتا، اے وہ جو سب پر غالب ہے کبھی مغلوب
امری فرجًا و مخرجًا وَارْزُقنی	نہیں ہوتا! میری مشکل کی گرہوں کو کھول دے، میرے

من حیث لا یحتسب — لئے اس رنج سے نکلنے کا راستہ بنا، مجھے وہاں سے رزق پہونچا جہاں سے میری عقل بھی حیران رہ جائے۔

ابراہیم بن خلاد الازدی سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جب یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ رنج و غم کی شکایت کرنے لگے۔ جبرئیل نے کہا "کیا میں تمہیں ایسی دعا سکھاؤں جو تمہیں اس رنج و غم سے بحکم رب نجات دے" کہا ہاں، جبرئیل نے کہا وہ دعا یہ ہے

یَا مَنْ لَا یَعْلَمُ کَیْفَ هُوَ اِلَّا هُوَ وَیَا مَنْ لَا یَبْلُغُ قُدْرَتَهٗ غَیْرُهٗ فَرِّجْ عَنِّیْ — اے وہ ذات لم یزل جس کی حقیقت کو کوئی نہیں جان سکتا مگر وہ خود ہی۔ اے وہ قادر مطلق جس کی قدرت کی کنہ کو کوئی نہیں پہونچ سکتا مگر وہ خود ہی۔ میری مشکل کی گرہ کھول دے

یہ پڑھنا تھا کہ بشارت دینے والے نے یوسف کی خبر پہونچائی۔

معتمر بن سلیمان روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھا "کیا سبب ہے کہ میں تم کو اس حالت میں دیکھتا ہوں جو پہلے نہ تھی۔" جواب دیا "زمانہ کی رفتار اور مصائب کی طومار!" کسی نے انھیں یہ دعا سکھلائی:

اللھم اجعل لی من کل ما اھمنی وکربنی من امر دنیای واخرتی فرجا ومخرجا واغفرلی ذنوبی وثبت رجاك فی قلبی اقطعه ممن سواك حتی لا یکون لی رجاء الا ایاك — اے اللہ! میرے ہر رنج و غم سے، خواہ وہ دنیا کا ہو یا آخرت کا، میری نجات کا راستہ نکال، میرے گناہوں کو بخش دے اور میری امید کو میرے دل میں مضبوط کر، تیرے سوا دوسرے کے دامن کا سہارا مجھے نہ دے، یہاں تک کہ میری امیدوں کا رشتہ صرف تیری ہی ذات سے بندھ جائے اور بس!

حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر کسی نے طوفان مصائب کا طویل مقابلہ کیا ہے تو وہ آل یعقوب ہیں جنھوں نے اسّی سال تک اس کا مقابلہ کرکے نجات پائی۔

غالب بن قطان کہتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام کو مصائب کے شدید طوفان نے گھیر لیا اور ان کے قید و بند کا زمانہ دراز ہوتا گیا، ان کے کپڑے میلے ہو گئے، ان کے سر کے بال بکھر گئے، لوگوں نے

ظلم وستم کی حد کردی تو شدت تکلیف کے زمانہ میں ان کی خاص دعا یہ تھی

اَللّٰھُمَّ اَشْکُوْ اِلَیْکَ مَا لَقِیْتُ مِنْ وُدِّیْ وَعَدُوِّیْ اَمَّا وُدِّیْ فَبَاعُوْنِیْ وَ اَخَذُوْا ثَمَنِیْ، وَاَمَّا عَدُوِّیْ فَسَجَنَنِیْ، اَللّٰھُمَّ فَاجْعَلْ لِّیْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا

اے اللہ میں ان تمام مشکلات کی فریاد تجھ سے کرتا ہوں جو میرے دوستوں کی طرف سے بھی اور میرے دشمنوں کی طرف سے بھی مجھ پر پڑی ہیں، میرے دوستوں نے تو مجھے بیچ دیا اور میری قیمت لے چکے، رہے میرے دشمن تو انھوں نے مجھے قید کر دیا۔ اے اللہ اب تو ہی میرے لئے خوشی کا سامان کر سکتا ہے، میرے لئے رنج سے نکلنے کا راستہ بنا سکتا ہے. پس خدا نے انھیں نجات دی،

ابوسعید (طائف کے موذن) سے روایت ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا" اے یوسف کیا تم پر قید کی مصیبت شدید ہوگئی ہے؟" کہا" ہاں! جبرئیل نے کہا" دعا اس طرح کیا کرو"۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ کُلِّ مَا اَھَمَّنِیْ وَکَرَبَنِیْ مِنْ اَمْرِ دُنْیَایَ وَاٰخِرَتِیْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَّارْزُقْنِیْ مِنْ حَیْثُ لَا اَحْتَسِبُ وَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَ ثَبِّتْ رَجَاءَکَ فِیْ قَلْبِیْ وَاقْطَعْہُ مِمَّنْ سِوَاکَ حَتّٰی لَآ اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَکَ

اے اللہ! میرے ہر رنج و غم سے خواہ وہ دنیا کا ہو یا آخرت کا میری رہائی کا راستہ نکال، اور مجھے وہاں سے رزق دے جہاں سے میں خود نہ سمجھ سکوں اور مجھے بخش دے اور اپنی امید کو میرے دل میں مضبوط کر، اور اپنے سوائے ہر کسی کی امید کے رشتہ کو میرے دل سے قطع کر دے۔ یہاں تک کہ میں تیرے سوا کسی سے آس نہ رکھوں"۔

پس خدا نے انھیں نجات دی۔

ایک قریشی شیخ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جب یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے تو ان سے کہا" اے یعقوب اپنے رب سے عاجزی کرو" یعقوب نے کہا کہ وہ کس طرح کی جائے اے جبرئیلؑ" انھوں نے یہ دعا سکھلائی:-

یَا کَثِیْرَ الْخَیْرِ وَیَا دَائِمَ الْمَعْرُوْفِ — اے بکثرت بھلائی کرنے والے اور اے ہمیشہ نیکی کرنیوالے

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی" اے یعقوب تو نے مجھے ایسے الفاظ کے ساتھ پکارا ہے کہ اگر تیرے بیٹے مر بھی گئے ہوتے تو میں انھیں زندہ کر کے تجھ سے ملا دیتا۔

انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کان لہ یعقوب اخ مواخ فقال لہ یعقوب ما الذی اذھب بصرك وقوس ظھرك؟ قال اما الذی اذھب بصری فالبکاء علیٰ یوسف واما الذی قوس ظھری فالحزن علیٰ بن یامین فاوحی اللہ الیہ یا یعقوب اما تستحیی تشکونی الیٰ غیری فقال انما اشکوا بثی وحزنی الے اللہ ثم یا رب ارحم الشیخ الکبیر اذھبت بصری وقوست ظھری اردد علیّ ریحانتی یوسف اشمہ ثم افعل بی ما اردت فاتاہ جبریل علیہ السلام فقال ان اللہ یقرئك السلام ویقول ابشر و لیفرح قلبك فوعزتی لو کانا میتین نشرتھما لك

یعقوب علیہ السلام کے ایک بھائی تھے جو ان کے ساتھ ہمدردی کیا کرتے تھے۔ انھوں نے پوچھا" اے یعقوب تمہاری آنکھ کی بینائی کس طرح چلی گئی اور تمہاری کمر کیوں جھک گئی"؟ یعقوب نے کہا" یوسف کی یاد میں گریہ وزاری نے بینائی چھین لی اور بن یامین کی گم شدگی نے کمر جھکا دی"۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی " اے یعقوب! میرے سوا کسی اور سے شکایت کرتے تمہیں شرم نہیں آتی"؟ آپ نے کہا" میں اپنے رنج وغم کی شکایت صرف اللہ ہی سے کرتا ہوں"۔ پھر کہا" اے پروردگار اس بوڑھے پر رحم فرما تو ہی نے میری بینائی لی اور تو ہی نے میری کمر جھکائی اور تو ہی میرے گل ریحان یوسف کو پھر سے ملا کر میری جاں نوازی کر سکتا ہے، پھر تو میرے ساتھ جو چاہے کر"۔ یہ کہنا تھا کہ جبرئیل ان کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ " خوش ہو جاؤ میری عزت کی قسم اگر تمہارے بیٹے مر بھی گئے ہوتے تو میں انھیں پھر سے زندہ کر کے تم سے

واصنع طعاما للمساكين فان
احب عبادك الى الانبياء والمساكين
فان الذى اذهب بصرك و قوس
ظهرك وصنع اخوة يوسف بہ ما
صنعوا انكم ذبحتم شاة فاتاكم
رجل صائم فلم تطعموه فكان
يعقوب بعد ذلك اذا اراد الغدا
امر مناديه فنادى من
كان يريد الغداء من المساكين
فليتغد مع يعقوب وان كان
صائما امر مناديا فنادى من كان
صائما من المساكين فليفطر مع يعقوب

ملا دینا۔ اب تم کر دیہ کہ غریبوں کے لئے کھانا پکواؤ، میرے
سب سے زیادہ محبوب بندے انبیاء ہیں اور مساکین،
جس چیز نے تمہاری بینائی چھین لی اور کمر ٹیڑھی کر دی
اور یوسف کو اس کے بھائیوں کے ہاتھوں تکلیف پہنچائی
وہ تمہارا یہ عمل ہے کہ ایک دن تم نے بکری ذبح کی تھی
اس وقت ایک روزہ دار شخص تمہارے پاس آیا تھا
مگر تم نے اسے کچھ نہیں کھلایا تھا" اس کے بعد سے
یعقوب کی یہ عادت ہوگئی کہ جب صبح کے کھانے
کا وقت آتا تو منادی کے ذریعہ اعلان کر دیتے کہ جو
بھی چاہے یعقوب کے ساتھ صبح کا کھانا کھا سکتا ہے
اور جب روزہ رکھتے تو یہ منادی کرائی جاتی کہ جو غریب
روزہ دار ہو یعقوب ہی کے ساتھ افطار کرے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كلمات الفرج :- لا اله الا الله
الحليم الكريم لا اله الا الله
العلى العظيم لا اله الا الله
رب السموات ورب العرش
العظيم ۝

مشکل کشا کلمات میں سے یہ ہے :- کوئی معبود نہیں
سوائے اللہ کے جو بردبار اور بخشش والا ہے، کوئی
معبود نہیں سوائے اللہ کے جو بلند و برتر ہے، کوئی
معبود نہیں سوائے اللہ کے جو ساتوں آسمانوں کا
اور عرش عظیم کا مالک ہے"۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللهم برحمتك ارجوا فلا
تكلنى الى نفسى طرفة عين

مصیبت کے وقت کی دعا یہ ہے" اے اللہ تیری
رحمت سے میں امید کرتا ہوں تو مجھے میرے نفس کے

واصلح لی شانی کله شان الدنیا والآخرة فی عفومنك وعافية لااله الاانت

ہاتھ ایک لمحہ بھی نہ سونپ، میری حالت سدھار دنیا و آخرت کی سدھار تیری ہی عافیت بخشی سے ہے، کوئی معبود نہیں تیرے سوائے۔"

علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ دعا سکھلائی جو مصیبت کے وقت کی جائے:

لاالٰه الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ وتبارك اللہ رب العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین

کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو بردبار و کریم ہے پاک ہے وہ اور برکت والا ہے، اور مالک عرش عظیم ہے سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا۔

قاسم بن عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ پر کوئی رنج و غم وارد ہوتا تو آپ یہ دعا فرماتے:

یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ

اے زندہ و قائم رکھنے والی ذات! میں تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اصابه غَمٌّ او هَمٌّ او شِدَّةٌ اوازال اوالآواء فقال اللہ اللہ ربی لاشریك له کشف عنه ذٰلك

جس کسی کو کوئی رنج و تکلیف یا سختی و تنگی یا آفت گھیرے اور وہ کہے اللہ اللہ ہی میرا رب ہے جس کا کوئی شریک نہیں تو یہ تکلیف دفع ہو جائے۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مااصاب مسلما قط هم ولاحزن فقال "اللهم انی عبدك وابن امتك ناصیتی فی یدك ماض

جب کسی مسلمان کو رنج و غم پیش آئے اور وہ یہ دعا پڑھے: اے اللہ! میں تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری تقدیر تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا ہی

فی حکمک عدل فی قضاءك	حکم مجھ پر جاری ہے، عین عدل ہے، میرے باب میں
اسألك بكل اسم هولك سميت	تیرا فیصلہ، میں تیرے ہر اس نام کے واسطہ سے جس
به نفسك او انزلته فی کتابك	کو تونے اپنی ذات کیلئے اختیار کیا ہے، یا تیری کتاب
او علمته احدا من خلقك	میں تونے اُتارا ہے، یا وہ نام جو تیری مخلوق میں سے
او استأثرت به فی علم الغیب	کسی کو تونے سکھایا ہے، یا اپنے پاس اسے غیب ہی
عندك ان تجعل القرآن ربیع	میں رہنے دیا ہے، میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ
قلبی، وجلاء حزنی وذهاب	قرآن کو میرے غنچۂ دل کی بہار بنا دے اور میرے غم
همی" الا اذهب الله همه	کی کشایش اور میری تشویش کا دفعیہ" تو ضرور اس کا رنج
وابدل له مکان حزنه فرحا	دفع ہو جائے اور غم کے معاوضہ میں خوشی حاصل ہو
قالوا یارسول الله افلا نتعلم	لوگوں نے کہا یارسول اللہ! ہم ان کلمات کو کیوں نہ
هذه الكلمات، قال بلی ینبغی	سیکھ لیں؟ آپ نے کہا جو بھی ان کو سن لے وہ ضرور
لمن سمعهن ان یتعلمهن	سیکھ لے۔

غلیل بن مرہ نے اردن کے ایک مفتی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی رنج و تکلیف کا سامنا ہوتا تو آپ یہ دعا پڑھا کرتے۔

حسبی الرب من العباد حسبی	کافی ہے رب بندوں کیلئے، کافی ہے خالق ساری مخلوقات
الخالق من المخلوق حسبی	کیلئے، کافی ہے وہ رزق دینے والا سارے رزق کے
الرازق من المرزوقین حسبی	محتاجوں کیلئے، کافی ہے میرے لئے وہ جو کافی ہے
الذی هو حسبی حسبی الله و	کافی ہے کافی ہے میرا اللہ جو بہترین کفیل ہے، کافی
نعم الوکیل حسبی الله لا اله الا هو	ہے وہ اللہ جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اسی
علیه توکلت وهو رب العرش العظیم	پر توکل کیا میں نے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

حماد بہاری ایک شخص کی روایت بیان کرتا ہے جس کو حجاج بن یوسف کے حکم سے گرفتار کیا گیا

تھا چنانچہ وہ شام کے وقت حجاج کے روبرو لایا گیا اور قید کا حکم دیا گیا، پھر اس پر کڑی نگرانی رکھی گئی چنانچہ اس کا قید خانہ اس طرح تھا کہ تین کمرے تھے آخری کمرے میں وہ تھا جس پر مضبوط قفل لگا دیا گیا، قیدی کہتا ہے جب صبح ہوئی تو حجاج نے مجھے حاضر کرنے کا حکم دیا، اور اس اثنا میں کہ میں سر نیچے کئے ہوئے خوف و حزن میں غرق تھا، ایک گوشہ سے کسی کے پکارنے کی آواز میرے کانوں میں آئی، میں نے کہا تم کون ہو؟ جواب میں کہا گیا یہ دعا پڑھو:-

یا من لا یعلم کیف ھو الا	اے وہ ذاتِ پاک جس کو کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیسی
ھو و یا من لا یعرف	ذات ہے مگر وہ خود ہی، اے وہ ذات جس کی قدرت
قدرتہ الا ھو، فرج عنی	کو کوئی نہیں سمجھ سکتا مگر وہ خود ہی، مجھے اس مشکل سے
ما انا فیہ	رہائی دے جس میں مبتلا ہوں۔

میں نے اس دعا کو وردِ زبان کر لیا، جلدی ہی ایسا ہوا کہ تمام زنجیر و طوق کھل گئے، قید خانے کے دروازے کھل پڑے، میں صحن میں آ گیا، باہر کا دروازہ دیکھا کھلا ہوا تھا، پہرہ دار ادھر ادھر گہری نیند میں پڑے تھے، میں مسجد میں گیا، نمازِ صبح ادا کی اور چل دیا۔

دامانِ شاہد اثر اینک گرفتہ است دستِ دعا کہ بود در آغوشِ نالہ زار

ابو خالد یزید بن تمیم کہتا ہے کہ جب ابراہیم[۱] تیمیؒ کو حجاج کے قید خانہ میں داخل کیا گیا تو انھوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کو مجموعی طور پر ایک ہی ہتھکڑی بیڑی میں جکڑ دیا گیا تھا، جب وہ کھڑے ہوتے تو سب مل کر کھڑے ہوتے، بیٹھتے تو سب مل کر بیٹھتے، ابراہیمؒ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا "اے خدا کی آزمایش والو اس کی نعمت میں، اے خدا کی نعمت والو اس کی آزمایش میں، خدائے عز و جل نے تمہیں اس کا اہل دیکھا اس لئے تمہیں آزمایش میں ڈالا پھر تمہیں صبر کا اہل بھی پایا۔" ان لوگوں نے کہا خدا تم پر رحم

---

[۱] ابراہیم بن یزید التیمی ایک تابعی تھے کہتے ہیں ۹۲ھ میں حجاج نے ان کو قتل کر دیا۔ حبان کہتا ہے وہ بڑے عابد و زاہد اور بھوک پر صبر کرنے والے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۵۵)

کرے! اے بندۂ خدا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا "میں وہ ہوں جو اسی بلا کی توقع کر رہا ہوں جس میں کہ تم ہو" ان لوگوں نے کہا "ہم اس بلا سے نکلنے کی خواہش بھی نہیں کرتے"۔

عوام بن حوشب سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب ہم ابراہیم تیمی سے حجاج کے قید خانہ میں ملے تو ابراہیم سے ہم نے کہا کہ "ہمیں کچھ نصیحت کیجئے"۔ انھوں نے کہا "میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم مجھکو اس رب کے پاس یاد کرو جو اس رب سے بالاتر ہے جس کے پاس یاد کئے جانے کی یوسفؑ علیہ السلام نے خواہش کی تھی"۔

ابوسعد کہتا ہے کہ ہم جب ابراہیم تیمی سے حجاج کے قید خانہ میں ملے تو دیکھا کہ وہ قیدی ساتھیوں سے گفتگو کر رہے ہیں۔ قیدی ان سے کہہ رہے تھے کہ ہم اللہ تعالےٰ کی آزمائش سے نکلنے کی خواہش نہیں کرتے۔

فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ ابراہیم تیمی نے کہا تھا کہ اگر حجاج مجھے قید کر دے تو یہ مجھ پر آسان ہوگا لیکن مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے کسی ایسی آزمائش میں نہ ڈالے جس میں پڑ کر میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں کس موقف میں ہوں گا۔ فضیل نے کہا نہیں، وہ کسی فتنہ کے خوف سے ایسا نہ کریگا۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ جب حجاج نے مجھے قید میں ڈالا تو میرے ساتھ ایک تنگ کمرہ میں اور دو آدمیوں کو قید کیا گیا جس کی وجہ سے بیٹھنے کے لئے بھی مشکل ہی سے جگہ ملتی تھی، ہم وہیں کھاتے، وہیں غلاظت بھی کرنا پڑتا اور وہیں نماز بھی پڑھتے تھے۔ اتنے میں اہل بحرین میں سے ایک شخص کو بھی قید کر کے وہیں لایا گیا جس کی وجہ سے ہم بہت بیزار ہونے لگے، اس نے کہا صبر کرو ایک رات صبر کرو، چنانچہ وہ رات بھر

ؔلہ یہ یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب انھوں نے اپنے اس قیدی ساتھی سے جو رہائی پاکر بادشاہ کے پاس جا رہا تھا کہا تھا اذکرنی عند ربک (اپنے مالک کے پاس میرا ذکر کر دینا) مگر انبیاء کو ذراسی لغزش پر بھی سزا مل جاتی ہے، چنانچہ غیر خدا کے پاس یاد کئے جانے کی خواہش کا نتیجہ یہ ہوا کہ فانساہ الشیطٰن فلبث فی السجن بضع سنین شیطان نے اس کو یہ بات بھلا دی، یوسف چند سال اور قید خانہ میں رہے۔ (مترجم)

نمازیں پڑھنے لگا اور یہ دعا مانگنے لگا:

یارب مننت علیّ بدینك وعلمتنی کتابك ثم سلطت علیّ اشر خلقك یارب اللیلة اللیلة لا اصبح فیه

اے پروردگار تیرا احسان ہے کہ تو نے مجھے ایک اچھا دین دیا اور مجھے اپنی کتاب سکھلائی پھر تو نے مجھ پر ایک شریر ترین مخلوق کو مسلط کر دیا۔ اے اس رات کے پروردگا یہ رات ایسی ہو جہاں میری صبح نہ ہو۔"

صبح ہونے سے پہلے قید خانہ کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا کہ بحرینی کہاں ہے؟ ہم نے سمجھا کہ اسے قتل کرنے بلایا جا رہا ہے؟ مگر ہوا یہ کہ اسے رہا کر دیا گیا۔ جاتے وقت وہ تھوڑی دیر کھڑا ہوا اور کہا "السلام علیکم، اے دوستو! تم بھی خدا کی اطاعت کرو تاکہ وہ تمہیں بھی بچائے۔"

ابو سعید بقال روایت کرتے ہیں کہ میں حجاج کے تاریک قید خانہ میں محبوس تھا، میرے ساتھ ابراہیم تیمی بھی تھے میں نے ان سے پوچھا "اے ابو اسمار! تم کو کس علت میں ماخوذ کیا گیا ہے؟" انھوں نے کہا "پولیس کے شناخت کنندہ افسر نے یہ دیکھکر کہ میں اکثر نماز و روزہ میں مصروف رہتا ہوں خیال کیا کہ شاید میں بھی خوارج کا ہم عقیدہ ہوں اس لئے مجھے گرفتار کر لیا گیا۔" راوی کہتا ہے کہ مغرب کے قریب جب میں ابراہیم سے مصروفِ گفتگو تھا یکایک ایک شخص جیل خانہ میں داخل ہوا اور کہا "اے بندۂ خدا تمہارا کیا ماجرا ہے اور کیا واقعات ہیں؟" ابراہیمؒ نے کہا "نہیں مجھے کچھ نہیں معلوم، البتہ میں سمجھتا ہوں کہ شاید میں خارجی ہونے کے شبہ میں دھر لیا گیا ہوں۔ حالانکہ اس فرقہ سے میرا دور کا بھی تعلق نہیں ہے، نہ ان کے خیالات نہ ان کے ارادے میرے تصورات سے کوئی مشابہت رکھتے ہیں، نہ اس جماعت کے افراد سے میرا کوئی ربط ہے، بھائی اب مجھے ذرا پانی وضو کے لئے تو لا دو۔" چنانچہ پانی لایا گیا انھوں نے وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی اس کے بعد اس طرح دعا کی۔

اللّٰھم انك تعلم انی علی اسائتی وظلمی واسرافی انی لم

اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں باوجود ہر قسم کی برائی، ظلم واسراف اور گناہوں سے آلودہ ہونے کے

اجعل لك ولدا ولا ندا
ولا صاحبة ولا كفوا فان
تعذبنى فانى عبدك وان
تغفرلى فانك انت العزيز الحكيم
اللهم انى اسئلك يا من لا
يغلطه المسائل ويا من لا
يشغله سمع عن سمع ويا من لا
يبرمه الحاح الملحّين ان تجعل
لى فى ساعتى هذه فرجا ومخرجا
من حيث احتسب ومن حيث
لا احتسب ومن حيث اعلم
ومن حيث لا اعلم ومن حيث
ارجوا ومن حيث لا ارجوا.
اخذ لى بقلب عبدك
الحجّاج وسمعه و
بصره ولسانه ويده
ورجله حتى تخرجنى
فى ساعتى هذه فان
قلبه وناصيته فى يدك اى
رب اى رب اى رب

میں نے تیرے لئے کوئی بیٹا یا کوئی ہمسر یا کوئی بیوی
یا کوئی تیرا مقابل ہونے کا (جھوٹا) دعویٰ ہرگز نہیں کیا
اب اگر تو مجھے عذاب دینا ہے تو میں تیرا بندہ ہوں
اگر تو مجھے بخش دے تو تو بیشک غالب و دانا ہے
اے اللہ! اے وہ ذات جس کو بہت سے سوال
مغالطہ میں نہیں ڈال سکتے۔ اے وہ ذات جس کو
ایک بندہ کی پکار غافل نہیں کر سکتی، اے وہ ذات
جس کو چمٹ کر سوال کرنے والوں کا سوال ملول نہیں
کرتا، میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ اسی گھڑی خوشی کے
اسباب فراہم کر میرے لئے تنگی سے نکلنے کا راستہ
بنا اس طریقہ سے جس کو میں سمجھ سکوں اور اس طریقہ
سے بھی جس کو میں نہ سمجھ سکوں، اس طریقہ سے بھی
جہاں میرا توسن علم پہونچ سکتا ہے یا جہاں نہیں
پہونچ سکتا، اس طریقہ سے جہاں سے مجھے کچھ امید
ہو یا جہاں سے مجھے کچھ بھی امید نہ ہو اور میرے
لئے تیرے بندے حجاج کے دل، اس کے گوش و نگاہ
وزبان و دست و پا کو ایسا قابو میں کرے کہ اس کا نتیجہ
اسی وقت میری آزادی ہو، کیونکہ تیرے ہی ہاتھ میں
نہ صرف اس کا دل بلکہ اس کی تقدیر بھی ہے، اے
میرے پروردگار، اے میرے پروردگار، اے میرے پروردگار

راوی کہتا ہے کہ اس دعا کا ورد اس نے بار بار کیا، قسم ہے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ

کی، اس کا وظیفہ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ جیل خانہ کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا، پوچھا کہ فلاں شخص کون ہے ہمارا دست اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا" تو گو: اگر مجھے یہی عارضی امن مل رہا ہے تو واللہ یہ دعا صرف اسی کے لئے نہ تھی، اگر حقیقی اور اخروی نجات بھی اس کے ساتھ ہے تو خدا تم کو اور ہم کو اس کی رحمت کے تلے جمع کر دے" دوسرے دن ہمیں معلوم ہوا کہ وہ رہا کر دیا گیا۔

ابو ہشام کوفی نے رقبہ سے روایت کی ہے کہ ابراہیم تیمی جب تاریک قید خانہ میں تھے تو ان سے کہا گیا کہ کیوں خدا سے اپنی رہائی کے لیئے دعا نہیں کرتے؟ انھوں نے کہا" مجھے شرم آتی ہے کہ خدا سے میں ایسی چیز مانگوں جس میں ممکن ہے کوئی اخروی نفع نہ ہو"

حکم بن ہشام ثقفی بیان کرتا ہے کہ ایک شخص تھا جس کو گرفتار کر کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا اسے کسی غیبی اشارہ سے اس دعا کی تلقین ہوئی۔

سبحان الملک القدوس — پاک ہے وہ بادشاہ پاکیزہ صفات، پاک ہے وہ

سبحان اللہ وبحمدہ — اللہ اپنی تعریفوں کے ساتھ۔

اسے کنوئیں سے نکالا گیا بغیر اس کے کہ کسی انسان نے اس کی مدد کی ہو۔

کہتے ہیں کہ جب خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے پاس روم کے ایک بڑے بطریق کو لایا گیا تو خلیفہ نے اس کو ہتھکڑی بیڑی پہنا کر قید کرنے کا حکم دیا، رات کا وقت تھا جیلر نے اسے کوٹھری میں ڈال کر دروازہ مقفل کر دیا، جب صبح ہوئی اور دروازہ کھولا گیا تو وہ غایب تھا۔ کچھ مہینوں بعد خلیفہ کے پاس سرحد کے ایک حاکم کا خط آیا کہ فلاں بطریق اپنے گھر سے باہر کسی ہتھیار سے کٹا ہوا پایا گیا ہے۔ سلیمان نے جیلر کو بلا کر واقعات دریافت کیئے۔ جیلر نے کہا، اے امیرالمومنین! اگر میں سچ سچ کہدوں تو کیا مجھے امان ملے گی؟ خلیفہ نے کہا بیشک! جیلر نے جو کچھ واقعہ تھا بیان کر دیا، خلیفہ نے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کوئی دعا پڑھا کرتا تھا؟ جیلر نے کہا جی ہاں، یہ دعا پڑھتے ہوئے اسے میں نے اکثر سنا ہے:

یَامَنْ یَکْتَفِیْ مِنْ خَلْقِہٖ جَمِیْعًا وَلَا — اے وہ جو اپنی پوری مخلوقات کیلئے کافی ہے اور دنیا

يَكْتَفِي مِنْهُ اَحَدٌ مِنْ خَلْقِهٖ يَا اَحَدُ — کی ہر ہستی تیری محتاج ہے، اے اکیلے جس کا کوئی ساتھی
مَنْ لَا اَحَدَ لَهٗ اِنْقَطَعَ الرَّجَآءُ — نہیں، تیرے سوا سب طرف سے امید کا رشتہ
اِلَّا مِنْكَ اَغِثْنِي اَغِثْنِي — کٹ چکا، تجھ ہی سے فریاد ہے، تجھ ہی سے فریاد ہے۔

سلیمان نے کہا "اسی وجہ سے اس نے نجات پائی۔

ابو بلج الفزاری بیان کرتا ہے کہ حجاج بن یوسف ایک شخص کے متعلق پکا ارادہ ظاہر کر چکا تھا کہ جب کبھی وہ گرفتار کیا جائے گا ضرور قتل کر دیا جائے گا مگر جب وہ گرفتار ہوا تو اس نے اس کو چند ہی باتیں پوچھ کر رہا کر دیا، لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو کیا پڑھ رہا تھا تو اس نے کہا میں یہ دعا پڑھ رہا تھا۔

يا عزيز يا حميد يا ذا العرش المجيد — اے سب پر غالب، اے تعریفوں والے، اے بلند
اصرف عنی شر کل جبار عنید — عرش کے مالک مجھ سے ہر متمرد حاکم کے شر کو پلٹا دے،

عمرو السرایا کہتا ہے کہ میں ملک روم کی سیاحت کر رہا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب میں سو رہا تھا ایک آتش پرست آیا اور میرے پاؤں کو ہلا کر مجھے جگایا، جب میں اٹھا تو وہ کہہ رہا تھا "تجھے اختیار ہے چاہے تو مجھ سے نیزہ سے مقابلہ کر یا تلوار سے، یا چاہے تو کشتی لڑ"۔ میں نے کہا "نیزہ اور تلوار کا تو وقت نہیں، رہا کشتی کا فن تو میں پہلوان نہیں ہوں۔ وہ گھوڑے پر سے اترا اور مجھے پکڑ کر پچھاڑ دیا اور میرے سینے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا! بول اب میں تجھے کس چیز سے قتل کروں۔ اس وقت مجھے اپنے محافظِ حقیقی کا خیال آ گیا اور میں نے آسمان کی طرف نظر کی اور کہنے لگا۔

اَشْهَدُ اَنَّ كُلَّ مَعْبُوْدٍ دُوْنَ — میں گواہی دیتا ہوں کہ ہر معبود جو تیری بزرگ و صاحب
عَرْشِكَ اِلٰى قَرَارِ الْاَرَضِيْنَ — بخشش ذات کے سوا ہو، عرش کے نیچے سے زمین کی
بَاطِلٌ غَيْرَ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ — گہرائیوں تک سب باطل ہے، تو دیکھ رہا ہے میں جس
قَدْ تَرٰى مَا اَنَا فِيْهِ — آفت میں مبتلا ہوں تو ہی اس سے نجات دے۔

تھوڑی دیر کے لئے مجھ پر ایک بیہوشی سی طاری ہو گئی، پھر جب میں ہوش میں آیا تو کیا دیکھتا

ہوں کہ رومی ایک طرف میرے بازو میں مقتول پڑا ہوا ہے۔ اسحاق ابن داؤد کہتا ہے کہ میں نے اس کا تجربہ کیا ہے اور لوگوں کو سکھایا بھی ہے اور بہت مفید پایا اس میں سراسر اخلاص ہے۔

اسماعیل بن فدیک کہتا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے:۔

مَاکَرَبَنِی اَمْرٌ اِلَّا تَمَثَّلَ لِی جبریل فَقَالَ یَا مُحَمَّد قُلْ تَوَکَّلْتُ عَلَی الحیِّ الذی لایموتُ والحمدُ لِلّٰہِ الَّذِی لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ الآیۃ

جب کبھی مجھے کوئی پریشانی آپڑی تو جبرئیل متمثل ہوکر آتے اور یہ دعا پڑھنے کے لئے کہا کرتے "کہدو کہ میں نے اس ذاتِ پاک پر بھروسہ کر لیا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، سب تعریف ہے اس کیلئے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی حکومت میں کوئی شریک نہیں۔

محمد بن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ایک دعا سکھلائی تھی جو مشکل کے وقت پڑھی جاتی ہے اس دعا کو حضرت علیؓ نے اپنے فرزند کو بھی سکھلادیا وہ دعا یہ ہے

یا کائن قبل کل شئ و یا مکوّن کل شئ و یا کائن بعد کل شئ افعل بی کذا و کذا

اے وہ ذات جو ہر چیز کے وجود میں آنے سے پہلے موجود تھی اور اسی نے ہر چیز کو وجود بخشا اور ہر چیز کے ختم ہونے کے بعد بھی موجود رہے گی۔ میرا فلاں کام بنا دے

ابو عبداللہ القرشی حارث عکلی سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حسن بن علیؓ کے پاس آیا تا کہ آپ کے ذریعہ آپ کے والد سے کسی ضرورت میں مدد طلب کرے۔ آپ نے فرمایا کہ امیر المؤمنینؓ اب اس مکان میں ہیں جہاں وہ کسی رنج و فکر کے وقت تنہا دعا کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا "تم میرے ساتھ اس مکان کے دروازہ تک چلو اگر ان کی آواز آتی ہو تو ہم سنیں گے کہ وہ کیا پڑھتے ہیں"۔ جب ہم نے آواز پر کان لگایا تو ہمیں یہ دعا سنائی دی۔

یا کھیٰعص یا نور یا قدّوس یا حی یا اللہ یا رحمٰن (ردّدھا ثلاثا) اغفرلی الذنوب التی تحل النقم

کھیٰعص، اے نور، اے قدوس، اے زندہ و باقی اے اللہ، اے نہایت مہربان (اس کو تین مرتبہ پڑھا) میرے ان گناہوں کو بخش دے جو نعمتوں کو زائل کردیتے

ہیں۔ میرے اُن گناہوں کو بخش دے جو پشیمانی پیدا کرنے	واغفرلی الذنوب التی تغیر النعم و
ہیں، میرے اُن گناہوں کو بخش دے جو قسمتوں کو	اغفرلی الذنوب التی تورث الندم واغفر
روک دیتے ہیں، میرے ان گناہوں کو بخش دے	لی الذنوب التی تحبس القسم واغفرلی
جو گناہوں کی پردہ دری کرتے ہیں**، میرے اُن گناہوں	الذنوب التی تهتك العصم واغفرلی
کو بخش دے جو فنا کو جلدلاتے ہیں، میرے اُن گناہوں	الذنوب التی تعجل الفناء واغفرلی
کو بخش دے جو دشمنوں کو مجھ پر غالب کردیتے ہیں	الذنوب التی تدیل الاعداء
میرے اُن گناہوں کو بخش دے جو امید کی ڈوری کو	واغفرلی الذنوب التی تقطع الرجاء
کاٹ دیتے ہیں، میرے ان گناہوں کو بخش دے	واغفرلی الذنوب التی ترد الدعاء
جو آسمان سے پانی کا برسنا روک دیتے ہیں، میرے	واغفرلی الذنوب التی تمسك غیث
اُن گناہوں کو بخش دے جو ہوا کو تاریک کردیتے ہیں	السماء واغفرلی الذنوب التی تظلم
میرے اُن گناہوں کو بخش دے جو عیبوں کا پردہ	الهواء واغفرلی الذنوب التی
فاش کردیتے ہیں۔	تکشف الغطاء

الذنوب التی تنزل البلاء واغفرلی

** میرے ان گناہوں کو بخش دے جو بلاؤں کو نازل کرتے ہیں۔

عبدالملک بن عمیر راوی ہے کہ ولید بن عبدالملک نے عثمان بن حیان مزنی کو خط لکھا تھا:

"حسن بن حسنؑ پر نظر رکھو اور انھیں سو دُرّے لگا اور انھیں لوگوں کے سامنے کھڑا کر، میں اس سے نہیں ملوں گا جب تک کہ تو ایسا نہ کرلے۔ چنانچہ عثمان نے سپاہیوں کو ان کی طرف روانہ کیا اور انھیں بلا بھیجا، وہ دشمنوں کے سامنے کھڑے ہوئے تھے، اس وقت علیؑ بن حسین بھی ان کے قریب تھے اور انھیں یہ تلقین کررہے تھے کہ بھائی آپ کلمات فرج کا ورد کیجیے جس کے اثر سے مصیبتیں دفع ہوجاتی ہیں۔

کوئی معبود نہیں سوائے خدائے بردبار و بخشش کرنے	لا الٰه الا الله الحلیم الکریم
والے کے، پاک ہے وہ ذات خداوندی جو ساتوں	سبحان الله رب السّمٰوات
آسمانوں کا مالک ہے اور عرش عظیم کا بھی آقا ہے	السبع ورب العرش العظیم

الحمد للہ رب العالمین ۝ سب تعریف ہے اللہ رب العالمین کے لئے۔

چنانچہ وہ اس کا ورد کرتے رہے۔ دعا کا ختم ہونا تھا کہ انھوں نے دیکھا کہ ایک شخص دشمنوں کی صف کو چیرتا ہوا بے تحاشہ چلا آرہا ہے اور کہتا ہے "چھوڑ دو اس کو یہ بے گناہ ہے، اس پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے، چھوڑ دو اس کو، میں امیر المومنین کو خط لکھ ہی رہا ہوں کہ یہ بے گناہ ہے میں اس کا گواہ صفائی ہوں"۔

طاؤس سے روایت ہے کہ میں ایک رات اپنے کمرہ میں تھا کہ علی بن حسین رضی آئے، میں نے کہا کہ آج رات میں اہل بیت کے اس صالح ترین فرد سے اس دعا کو ضرور سنوں گا جو وہ کیا کرتے ہیں، چنانچہ آپ نے نماز پڑھی، سجدہ کیا اور دعا پڑھی جس کو میں نے خاموش اور بہت ہی احتیاط سے کان لگا کر سنی۔ دعا یہ تھی:۔

عبیدك بفناءك، مسکینك بفناؤك، فقیرك بفناءك سائلك بفناءك

تیرا ذلیل بندہ تیرے صحن میں حاضر ہے، تیرا عاجز و مسکین بندہ تیرے صحن میں حاضر ہے، تیرا محتاج بندہ تیرے صحن میں حاضر ہے، تیرا فقیر تیرے صحن میں حاضر ہے۔

طاؤس کہتا ہے کہ اس دعا کو میں نے حفظ کر لیا اور جس مشکل کے وقت میں اس کو پڑھا کرتا وہ آسان ہو جاتی۔

ضحاک راوی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے مقابلہ کے لئے نکلے تو آپ کی دعا یہ تھی، اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی معرکۂ حنین کے وقت یہی دعا تھی۔

کُنتَ وتکون وانت حی لا تموت تنام العیون وتنکدر النجوم وانت حی قیوم ولا تاخذك سنة ولا نوم یا حی یا قیوم

تو ہی موجود رہا ہے اور رہیگا بھی، تو ہی زندہ وسلامت ہے ابد الآباد، مخلوق کی آنکھوں پر نیند اور تاروں پر کدورت چھا جاتی ہے مگر تو اے حی و قیوم نہ تجھے اونگھ آتی ہے نہ نیند، اے ہمیشہ کیلئے زندہ وسلامت اور سب کو قائم رکھنے والے۔

ہارون بن سفیان ایک ذی علم شخص سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میرے پاس انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک بزرگ تشریف لائے میں نے ان کی خدمت کی جب وہ جا رہے تھے تو انھوں نے مجھے کچھ حکم دیا جس کی تعمیل میں کر نہ سکا، انھوں نے کہا کیا میں تم کو ایک دعا سکھا دوں جو میرے دادا مصائب کے وقت کیا کرتے تھے اور میں نے بھی اس کی مشکل کشائی کی تاثیر کا تجربہ کیا ہے؟ میں نے کہا ضرور، آپ نے فرمایا کہ وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ذنوبی لم تبق لی الا رجاء
عفوك وقد قدمت آلة الحرمان
بین یدی، فانا اسألك بما لا
استحقه وادعوك بما لا
استوجبه واتضرع الیك
بما لا استاهله فلن یخفی علیك
حالی وان خفی علی الناس کنه
معرفة امری اللّٰھُمَّ ان کان
رزقی مِنَ السَّمَاءِ فَاَھْبِطْهُ
وَاِنْ کَانَ فِی الْاَرْضِ فَاَظْھِرْهُ
وَاِنْ کَانَ بَعِیْدًا فَقَرِّبْهُ
وَاِنْ کَانَ قَرِیْبًا فَیَسِّرْهُ
وَاِنْ کَانَ قَلِیْلًا فَکَثِّرْهُ
وَبَارِكْ لِیْ فِیْهِ

اے اللہ! میرے گناہوں کی وجہ سے میری امید کا کوئی سہارا باقی نہیں رہا سوائے تیرے عفو کے سہارے کے گو میں محرومیت کے اسباب کو آگے ہی روانہ کر چکا ہوں۔ مگر تیرے عفو ہی کے بھروسہ پر میں اس چیز کی درخواست کرتا ہوں جس کا کہ میں مستحق نہیں اور اس چیز کی دعا کرتا ہوں جس کا کہ سزاوار نہیں اور اس چیز کے لئے گڑگڑاتا ہوں جس کا کہ میں اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا، تجھ پر میرا حال کوئی چھپا ہوا نہیں گو کہ لوگوں کی نگاہوں سے میری حقیقت کی گہرائی چھپی ہوئی ہے۔ اے اللہ! اگر میرا رزق آسمان میں ہے تو اسے اتار، اگر زمین میں ہے تو اسے ظاہر کر، اور اگر وہ دور ہے تو اسے نزدیک کر، اور اگر نزدیک ہے تو اس کا حصول آسان کر، اگر وہ کم ہے تو اسے زیادہ کر اور اس میں میرے لئے برکت دے۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک روز زیاد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص گرفتار کر کے لایا گیا، اندازہ یہ تھا کہ اس کے قتل کا حکم دیا جائے گا۔ ہم دیکھتے تھے کہ اس شخص کے

ہونٹ ہل رہے ہیں گویا کہ وہ کچھ پڑھ رہا ہے، تھوڑی دیر بعد اسے چھوڑ دیا گیا ہم نے اس شخص سے پوچھا کہ تو کیا پڑھ رہا تھا تو اس نے کہا کہ میری دعا یہ تھی۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَرَبَّ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَالَ وَاِسْرَافِیْلَ وَمُنْزِلَ التَّوْرَاۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَالزَّبُوْرِ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمِ ادْرَأْ عَنِّیْ شَرَّ زِیَادٍ

اے اللہ! اے ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب کے پروردگار! اے جبرئیل ومیکائیل واسرافیل کے پروردگار! توریت وانجیل وزبور اور قرآن مجید کو اتارنے والے! مجھ سے زیاد کے شر کو دور کر دے۔

اس طرح زیاد کا شر اس سے دور کر دیا گیا۔

عاشق ہمہ دم فکر غم دوست کند   معشوق کرشمۂ کہ نیکو ست کند

فریابی کہتے ہیں کہ جب اسمٰعیل بن امیہ کو گرفتار کر کے جیل لے جایا جا رہا تھا تو کسی دیوار پر اُسے یہ لکھا ہوا نظر آیا۔

یَا وَلِیَّ نِعْمَتِیْ وَیَا صَاحِبِیْ فِیْ وَحْدَتِیْ وَعُدَّتِیْ فِیْ کُرْبَتِیْ

اے میرے آقائے نعمت: اے میرے مالک میری تنہائی کے رفیق، میری مصیبت میں مددگار

وہ یہی دعا پڑھنے لگا، اس کو رہا کر دیا گیا، پلٹ کر جب وہ گذرا تو دیکھا کہ دیوار پر کچھ لکھا نہ تھا۔

فضل بن ربیع بیان کرتا ہے کہ جب ابوجعفر منصور ۱۴۷ھ میں حج کو گیا اور پھر مدینہ آیا تو اس نے میرے والد کو حکم دیا کہ جعفر بن محمد کو گرفتار کیا جائے۔ پھر اس نے کہا" اگر میں اسے قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے"۔ میرے والد کہتے ہیں کہ میں کچھ دنوں اس لئے چپ رہا کہ شاید وہ بھول جائے مگر وہ بھولا نہیں اور غضب ناک ہو کر مجھے سختی سے پھر یہی حکم دیا۔ میں نے عرض کیا" امیر المؤمنین! جعفر بن محمد آگیا ہے اور دروازہ پر کھڑا ہے"۔ کہا بلاؤ، چنانچہ وہ آئے اور سلام کیا جعفر نے کہا" اے خدا کے دشمن خدا تجھے سلامت نہ رکھے تو میرے ملک میں سرکشی کرتا ہے اور فتنے پیدا کرنا چاہتا ہے واللہ اگر تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے"۔ جعفر نے کہا:

"اے امیرالمومنین! سلیمان علیہ السلام کو خدا نے جو اقبال دیا انھوں نے اس کا شکر ادا کیا۔ ایوب علیہ السلام کو جن آزمائشوں میں ڈالا انھوں نے صبر سے ان کو جھیلا، یوسف علیہ السلام کے گناہ ان کی مظلومیت کی وجہ سے معاف کئے گئے۔ کیا یہ مثالیں آپ کے لئے کوئی نمونہ نہیں ہیں؟"

اس نصیحت کا اثر بادشاہ پر بہت ہوا وہ تھوڑی دیر سرنگوں رہا، پھر سر اٹھا کر کہا

"اے ابوعبداللہ! میدان کی مٹی ہی سلامتی کا گوشہ ہوتی ہے[1]، خدا تمہیں اس رشتہ دار کے ہاتھوں اچھا بدلہ دے، اور سب میں اچھی نیکی وہی ہے جو رشتہ داروں کے ساتھ کی جائے۔"

پھر اس کا ہاتھ لیکر بوسہ دیا اور اپنے بازو پر بٹھالیا اور ایک غلام کو عطر کا شیشہ لانے کا حکم دیا جب وہ لایا گیا تو اس نے اپنے ہاتھ سے اس کی داڑھی پر خوشبو ملی اور اس کو دعا دی کہ خدا تیری حفاظت کرے۔ پھر میرے باپ ربیع سے کہا کہ ابوعبداللہ کو خلعت اور انعام دو۔

جب وہ وہاں سے نکل گیا تو میرے والد نے اس کا پیچھا کیا اور اس سے کہا۔ آج میں نے ایسے حالات دیکھے ہیں جو پہلے کبھی نہ دیکھے تھے اور شاید کبھی نہ دیکھوں گا، کیا بات ہے، کیا تمہارے پاس کچھ عمل ہے؟ اس نے کہا ہاں تم چونکہ میرے رشتہ دار ہو اور تم سے مجھ کو محبت ہے۔ میں تمہیں بتلائے دیتا ہوں، میں نے اس طرح دعا کی تھی۔

اَللّٰھُمَّ احْرُسْنِی بِعَیْنِكَ الَّتِی لَا تَنَامُ وَبِرُکْنِكَ الَّذِی لَا یُرَامُ وَاغْفِرْلِی بِقُدْرَتِكَ عَلَیَّ وَلَا اَھْلِكُ وَاَنْتَ رَجَائِی رَبِّ کَمْ مِنْ نِعْمَةٍ اَنْعَمْتَ بِھَا عَلَیَّ قَلَّ لَكَ عِنْدَھَا شُکْرِی وَکَمْ مِنْ بَلِیَّةٍ

اے اللہ! میری حفاظت فرما تیری ان آنکھوں سے جو کبھی نہیں سوتیں، اور تیری اس قوت سے جو زیر نہیں کی جا سکتی، اور تیری اس قدرت سے جو تو مجھ پر رکھتا ہے مجھے بخش دے۔ گو کہ میں اس بخشش کا اہل نہیں ہوں کتنی نعمتیں ہیں جو تو نے مجھ پر انعام کیں مگر میرا شکر کم رہا اور کتنی بلائیں ہیں جن کے ذریعہ تو نے میری

---

[1] یہ عربی محاورہ کا ترجمہ ہے بری الساحۃ سلیم الناحیہ اس سے مراد ہے مخلوق سے کنارہ پر رہنے میں سلامتی ہے۔

ابتلیتنی بھا قلّ عندھا صبری
فیا من قلّ عند نعمۃ شکری
فلم یحرمنی و یا من قلّ عند بلائہ
صبری فلم یخذ لنی و یا من رآنی
علی الخطایا فلم یفضحنی یا
ذا المعروف الذی لا ینقضی ابداً
و یا ذا النعم التی لا تحصٰی عدداً
اسألک ان تصلّی علیٰ محمّد و
اٰل محمّد ابداً و بک ادرأ فی نحرہ
و اعوذ بک من شرّہ ، اللّٰھم اعنّی
علیٰ دینی بالدنیا و اعنّی علیٰ
اٰخرتی بالتقویٰ و احفظنی فیما
غبت عنہ و لا تکلنی الیٰ نفسی فیما
حضرتہ یا من لا تضرّہ الذنوب
ولا تنقصہ المغفرۃ اغفرلی ما
لا یضرّک و اعطنی ما لا ینقصک
انّک انت الوھاب ، اسألک
فرجاً قریباً و صبراً
جمیلاً و رزقاً واسعاً
و العافیۃ من جمیع البلاء
و شکر العافیۃ !

آزمایش کی مگر میرا صبر کم رہا۔ پس اے وہ جس کی نعمتوں
پر شکر کی کمی کے باوجود تو نے مجھے محروم نہیں کیا
اور اے وہ جو میرے گناہوں کے باوجود میری
پردہ دری نہ کی ، اے صاحب بخشش جس کا سلسلۂ
کرم لا متناہی ہے ۔ اے صاحب انعام ! جس کے
انعامات بے حساب ہیں ، میں تجھ سے درخواست
کرتا ہوں کہ تو محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر درود بھیج ، تیری ہی
مدد سے میں اپنے دشمن کی قربانی کرنا چاہتا ہوں
اور اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۔ اے اللہ
دنیا کے ذریعہ مجھے دین کی اصلاح پر مدد دے
اور تقویٰ کے وسیلہ آخرت کے سدھارنے میں
اعانت کر ، اور اس چیز سے میری حفاظت کر جس سے
میں غائب ہوں ، مجھے میرے اپنے نفس کے سپرد
نہ کر ان چیزوں کی خواہش کرنے میں جو تو نے حاضر
کی ہیں ، اے وہ جس کو بندوں کے گناہ کوئی ضرر
نہیں پہونچا سکتے ، بخشش سے اس کی ذات میں
کوئی نقص نہیں آسکتا ، مجھے بخش دے یہ تیری بخشش
تجھے کوئی ضرر نہیں پہونچا سکتی ، مجھے عطا کر تیری یہ
عطا تجھ میں کوئی کمی نہیں پیدا کر سکتی ، بیشک تو بہت
بخشنے والا ہے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے قریب میں
آنیوالی کشایش ، صبر جمیل ، وسیع رزق عطا فرما اور تمام بلاؤں
سے عافیت اور اس عافیت پر شکر نصیب فرما !

وضاح بن خیثمہ کہتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ جو لوگ قید میں ہیں انھیں رہا کر دیا جائے میں نے امتثال امر میں سب کو چھوڑ دیا سوائے یزید بن ابی مسلم کے جس نے میرے قتل کرنے کی قسم کھائی جب میں افریقہ میں تھا مجھے معلوم ہوا کہ یزید بن ابی مسلم آیا ہوا ہے، میں نے وہاں سے راہِ فرار اختیار کی، اس نے کسی شخص کو میری تلاش میں بھیجا اور میں گرفتار کر لیا گیا اور اس کے روبرو کھڑا کر دیا گیا۔ اس نے مجھ سے کہا "واقعات تفصیل سے بیان کر" میں نے سب کچھ تفصیل سے بیان کر دیا۔ اس نے کہا "کیا اب کوئی ایسا بہادر ہے جس کے لئے تو دعا کرتا ہے کہ میرے مقابلہ میں تیری مدد کرے" میں نے کہا "میں خود وہ بہادر ہوں جس کی اللہ تعالیٰ تیرے شر سے بچانے میں مدد کرے گا"۔ اس نے کہا "قسم خدا کی تجھ کو مجھ سے کوئی نہ بچائے گا، میں ضرور تجھکو قتل کروں گا اگر ملک الموت بھی تیری روح قبض کرنا چاہے تو میں اس سے پہلے ہی تیری روح کھینچ لونگا" اتنا کہا اور تلوار اور ٹاٹ منگوایا، جب ٹاٹ لایا گیا تو مجھے اس میں بٹھلایا گیا اور میرے بازو باندھ دیئے گئے اور ایک شخص میرے سرہانے تلوار لئے ہوئے حکم کے انتظار میں کھڑا ہو گیا مگر چونکہ نماز کا وقت آگیا تھا یزید نماز پڑھنے لگا۔ اس کے بعد ایک عجیب ماجرا ہوا کہ خنجر بردار سپاہیوں میں سے ایک شخص جلدی سے آگے بڑھا اور میرے دشمن کو قتل کر دیا اور اسی تلوار سے میری رسیاں کاٹ دیں اور کہا کہ بھاگ جا۔

محمد بن یزید بیان کرتے ہیں کہ جب سلیمان بن عبدالملک دورہ پر آیا تو اس نے مجھے عراق کے قصبہ قیسرین کی طرف جانے کا حکم دیا تاکہ میں حجاج کے خاص جیل خانہ (دیماس) میں جو لوگ قید تھے انھیں رہا کر دوں چنانچہ میں نے وہاں پہونچکر سب کو آزاد کر دیا انھیں میں سے یزید رقاشی اور یزید ضبی اور بصرہ کی ایک زاہدہ قابل ذکر ہیں وہاں کا عامل ابن ابی مسلم تھا مگر میں نے اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے ابن ابی مسلم کی جاگیر کے ایک حصہ کو بیچ دیا اور اس کی قیمت سے ان رہاشدہ مظلومین میں کپڑے وغیرہ تقسیم کئے اور یہ ابن ابی مسلم کو برا لگا۔ جب سلیمان بن عبدالملک وفات پا گیا اور میرے چچا کا بھی انتقال ہو گیا اس وقت میں افریقہ میں عامل تھا۔ نئے خلیفہ یزید بن عبدالملک

کی طرف سے اسی ابن ابی مسلم کو یہاں کا عامل نامزد کیا گیا اور مجھے ہٹا دیا گیا۔ ابن ابی مسلم نے اپنا بدلہ لینے کے لئے مجھے فوراً گرفتار کر لیا اور اس قدر تکلیفیں دیں کہ میری ہڈیاں ٹوٹنے لگیں۔ ایک مرتبہ شام کے وقت جب مجھے باندھکر اس کے سامنے لایا گیا تو عاجز ہو کر اس سے رحم کی التجا کی جواب میں اس نے کہا "یہ چیز تو تم کسی اور سے مانگو، میں تو کہتا ہوں کہ اگر ملک الموت بھی تمہاری جان لینے کے لئے آئیں تو ان کے آنے سے پہلے تمہاری روح کو قفس عنصری سے آزاد کر دوں گا۔ اب جاؤ اور صبح کا انتظار کرو۔"

اس کے بعد میں نے اللہ سے لو لگائی اور لگاتار دعا کرنے لگا کہ "اے اللہ! دیماس کے قید خانہ میں تیرے عاجز بندوں کے ساتھ جو میں نے سلوک کیا تھا اس کے بدلہ میں یزید رقاشی اور فلاں فلاں مظلوموں کے طفیل میں آج تو مجھے ابن ابی مسلم کے شر سے بچا لے، اس پر کسی ایسے حریف کو مسلط کر جو رحم نہ جانتا ہو، اب میں آسمان کی طرف اپنی نظر اٹھاتا ہوں اور اس وقت تک پلک نہیں ماروں گا جب تک کہ تو میری درخواست منظور نہ کرے۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ڈاک کے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے انھوں نے ابن ابی مسلم کو قتل کر دیا اور پھر میرے پاس بھی آئے اور مجھے آزاد کر دیا میں نے کہا "جاؤ مجھے چھوڑ دو لوگ سمجھیں گے کہ شاید میری وجہ سے تم نے اس کو قتل کر دیا۔"

راشد بن سعد کہتا ہے کہ ایک شخص ابو الدرداء کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے، آپ نے فرمایا "تم راحت کے وقت اللہ کو یاد کرو تو وہ مصیبت کے وقت تم کو یاد کریگا، جب تم کسی مرے ہوئے شخص کو یاد کرو تو اپنے آپ کو بھی اسی کی طرح میت تصور کرو، جب تم دنیا کی کسی خاص چیز پر الفت بھری نگاہ ڈالو تو تیزی سے رفتنی و گذشتنی چیزوں کا بھی خیال کر لیا کرو۔

شیخ ابو زکریا ایک عابد و زاہد شخص کا ذکر کرتے ہیں جس کی دعا یہ تھی۔

الٰھی فانت الذی نعرض اسائتی	اے اللہ تو ہی وہ ہے جو میرے گناہوں کے باوجود
باحسانك وفضائحی بسترك	احسان کرتا جاتا ہے، میرے شرمناک عیبوں کے
فلم اقرّ علی معصیتك	باوجود میری پردہ پوشی کرتا جاتا ہے، میں نے کبھی اپنی

الا بنعمتك ولم يجر مني — نافرمانیوں کا اقرار نہیں کیا مگر تیری نعمتوں کے لئے تیری
عليك الا بجودك وكرمك — طرف مائل ہونے کیلئے کسی چیز نے آمادہ کیا تو تیرے
فكم من مصيبة على بثقلها — جود و کرم ہی نے کتنی مصیبتوں کے پہاڑ مجھ پر ٹوٹ
قد فرجت عني اكماجها — پڑے مگر تو نے ہی ان سب سے مجھے نجات دی
فا بدلتني بضيقها سعة و — میری تنگی کو کشایش سے اور کشایش کو تنگی سے
بسعتها دعة — تو ہی بدلتا ہے۔

قبیصہ بن عمر المہلبی بیان کرتا ہے کہ حفص بن عمر ہزار مرد نے ابو جعفر منصور کو خط لکھا تھا کہ ملتان کی کارواں سرائے میں دشمن کی سرحد کے قریب میں نے یہ اشعار پائے :۔

عسى مشرب يصفو فيروى ظبية — اطال صداها المنهل المتكدر

امید ہے کہ وہاں کوئی صاف پانی کا چشمہ ہو جس سے وہ پیاسی ہرن سیراب ہو سکے جو گدلے چشمہ سے پانی پینا نہیں چاہتی اور اسی لئے بہت دیر سے پیاسی ہے۔

عسى بالجنوب لغاديات ستنكتفي — وبالمستذل المستضام سينصر

امید ہے کہ جنوب سے وہ بادل آرہے ہوں جو ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی مدد کریں۔

عسى جابر العظم الكسير بلطفه — سيرتاح للعظم الكسير فيجبر

امید ہے کہ ٹوٹی ہڈیوں کو اپنی مہربانی سے جوڑنے والا میری ٹوٹی ہڈیوں کو بھی جوڑ دے۔

عسى الله لا تيأس من الله انه — يسير عليه ما يجل و يكبر

اللہ سے امید رکھو، مایوس مت ہو اس سے، اس کی وہ ذات ہے جس کے پاس بھاری کام بھی آسان ہیں۔

محمد بن ابی رجا مولیٰ بنی ہاشم کہتا ہے کہ وہ ایک بادشاہ کے قید خانہ میں گیا اور وہاں ایک قیدی کو دیکھا جس کے قید کی مدت بہت طویل ہو گئی تھی وہ مذکورہ بالا اشعار کو بہت پڑھا کرتا تھا تھوڑے ہی دن بعد اس کو رہا کر دیا گیا۔

ہیثم بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن زیاد یزید بن معاویہ کے پاس گیا وہاں اس نے دیکھا کہ ایک خارجی یزید کے سامنے کھڑا ہے اور یزید اس سے گفتگو کر رہا ہے۔ خارجی کہہ رہا تھا کہ وہ سخت بدبخت ہے جس کے جواب میں یزید نے کہا "قسم خدا کی میں تجھے ضرور قتل کروں گا" خارجی خاموش ہو گیا مگر اس کے ہونٹوں کے ہلنے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کچھ پڑھ رہا ہے۔ یزید نے ایک سپاہی سے پوچھا کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے؟ سپاہی نے کہا وہ یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

عسیٰ فرج یاتی بہ اللہ انّہٗ   لہٗ کل یوم فی خلیقتہٖ اَمْرٌ

یعنی امید ہے کہ قریب میں اللہ ضرور کوئی خوشی لائیگا کیونکہ اس کی اپنی کائنات میں ہر روز اس کا ایک نیا حکم ہے۔

یزید نے حکم دیا "لے جاؤ اس کو یہاں سے، اس کی گردن مارو" ہیثم بن اسود اسی وقت یزید کے پاس آیا تھا، اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ یزید نے کہا "ذرا ٹھہرو" (مقصد ہیثم سے رائے لینا تھا) ہیثم نے کہا "امیر المومنین! اگر اس کی قوم سے فدیہ لیکر اس کو چھوڑ دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے"؟ یزید نے کہا "اس کا تجھے اختیار ہے" چنانچہ ہیثم نے اسے رہا کر دیا۔ خارجی یہ کہتا ہوا جا رہا تھا "خدا کا شکر ہے اس عافیت پر! اس نے خدا کی قسم کھائی تھی مگر خدا نے اس کو جھٹلا دیا۔ اس نے خدا سے مقابلہ کرنا چاہا تھا مگر خدا کا ارادہ ہی غالب ہو کر رہا۔

ابو عمرو العلاء کہتا ہے کہ جب میں حجاج سے فرار ہو کر یمن آیا تو وہاں ایک شخص کو یہ شعر پڑھتے سنا۔

رُبّما تکرہُ النفوسُ مِنَ الاَمرِ   لہٗ فرجۃٌ کَحَلِّ العِقَالِ

"بہت سی باتیں ایسی ہیں جن سے لوگ خوف کرتے ہیں۔ مگر خدا چاہے تو مصیبتیں ایسی کھل جاتی ہیں جیسے اونٹوں کے پیروں سے رسیاں کھل جاتی ہیں"۔

کچھ ہی دن بعد میں نے سنا کہ حجاج مر گیا اور کہنے والا کہہ رہا تھا "میں کس چیز پر خوش ہوں آیا مصیبت کے دفع ہونے پر یا حجاج کی موت پر؟ (راوی کا چچا لفظ فرجہ کی تشریح کرتا ہے

کہ وہ فرج سے مشتق ہے بمعنی خوشی اور فرجہ دیوار کے شگاف کو کہتے ہیں)

عبداللہ بن ابی الہذیل کہتا ہے کہ بخت نصر (بادشاہ بابل) نے ایک مرتبہ دو شیروں کو زندہ پکڑوا کر کنوئیں میں ڈال دیا پھر دانیال علیہ السلام کو بھی اسی کنوئیں میں ڈال دیا گیا مگر ان شیروں نے ان کو چھیڑا تک نہیں، کچھ دنوں بعد جب دانیال کو غذا کی بہت احتیاج ہوئی تو خدا نے ارمیاہؑ (پیغمبر) کو جو اس وقت شام میں تھے وحی بھیجی کہ توشہ تیار کر اور دانیال کے پاس لے جا۔ ارمیاہؑ نے کہا "اے پروردگار! میں ارض مقدس میں ہوں اور دانیال تو سرزمین بابل میں ہیں"۔ خدا نے وحی بھیجی "ہم جتنا حکم دے رہے ہیں بس اتنا ہی کرو۔ تم توشہ تیار کر لو، ہم تمہارے پاس ایک ہستی کو بھیجیں گے جو تم کو تمہارے توشہ سمیت اپنی سواری پر وہاں پہنچا دے گی"۔ چنانچہ ارمیاہؑ نے توشہ تیار کر لیا، خدا نے ایک فرشتہ بھیجا جو ان کو اٹھا کر اس کنوئیں کے منہ پر لے گیا جس میں دانیالؑ بند تھے۔ دانیالؑ نے توشہ کو دیکھ کر کہا تم کون ہو؟ ارمیاہ نے جواب دیا "میں ہوں ارمیاہ" دانیال نے کہا یہ کیا ہے؟ کہا توشہ ہے خدا نے تمہارے لئے بھجوایا ہے۔ دانیال نے کہا کیا اس نے مجھے یاد کیا؟ ارمیاہؑ نے کہا ہاں، دانیال نے کہا۔

الحمد للہ الذی لا ینسی من ذکرہ الحمد للہ الذی لا یخیب من رجاہ والحمد للہ الذی من وثق بہ لم یکلہ الی غیرہ والحمد للہ الذی یجزی بالاحسان احسانا والحمد للہ الذی یجزی بالصبر نجاۃ والحمد للہ الذی ھو یکشف ضرنا بعد کربنا والحمد للہ	تعریف ہے اس خدا کی جو اپنے یاد کرنے والے کو بھولتا نہیں، تعریف ہے اس خدا کی جو اپنی ذات سے امید رکھنے والے سے دور نہیں ہوتا۔ تعریف ہے اس خدا کی جو اپنے اوپر بھروسہ کرنے والے کو غیر کے بھروسہ پر نہیں چھوڑتا، تعریف ہے اس خدا کی جو نیکی کا بدلہ نیکی سے دیتا ہے، تعریف ہے اس خدا کی جو صبر کا بدلہ نجات سے دیتا ہے، تعریف ہے اس خدا کی جو مصیبت کے بعد مصیبت کو کھول دیتا ہے، تعریف ہے اس خدا کی جس پر ہم اس وقت بھی

الذی هو ثقتنا حین یسوء ظننا باعمالنا، والحمد للہ الذی هو رجاءنا حین ینقطع الحیل عنا

تکیہ کرتے ہیں جبکہ ہماری بداعمالیاں ہمارے یقین کو خراب کردیتی ہیں۔ تعریف ہے اس خدا کی جو اس وقت بھی ہمارے لئے سہارا ہے جبکہ دوسرے سارے سہارے کٹ جاتے ہیں۔

عنبسہ بن سعید کہتے ہیں کہ جب میں مال غنیمت خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے حوالہ کرکے لوٹ رہا تھا تو انھوں نے مجھے دو مرتبہ بلایا اور کہا "اے عنبسہ موت کو اکثر یاد کیا کرو، کیونکہ کوئی زبردست قوت ضرور موجود ہے جو تمہاری راحت کو تنگی سے اور تنگی کو راحت سے بدل سکتی ہے، راحت و تنگی میں سے کسی چیز کو مستقل نہ سمجھ لو۔

ازیں بساط بہ تمکین خود مشو مغرور　　کہ پیش سیل فنا کوہ وکاہ ہر دو یکیست (صائب)

عمر بن عبدالعزیز کے فرزند عبدالعزیز بن عمر کہتے ہیں کہ میرے والد اکثر کہا کرتے تھے کہ دنیا میں اگر تکلیف تمہارے گلے کا ہار ہو جائے تو تم موت کو یاد کیا کرو یہ سہل ہو جائے گی۔

گر سختیت از جہاں رسد غصہ مخور　　تا چشم بہم زنی جہاں می گذرد (رسا خراسانی)

کہتے ہیں کہ مسلمہ بن عبدالملک کہا کرتے تھے کہ آخرت میں سب سے زیادہ بے فکر وہی شخص ہوگا جو دنیا کی سب سے کم فکر کرتا ہو۔

عازم بن الفضل نے جب زہیر بابی سے اس کی حالت مرض میں پوچھا کہ اے عبدالرحمن اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اب میں دنیا کی تکلیف و راحت دونوں سے منتقل ہو کر آخرت کے سفر کے لئے تیار ہوں۔ کہتے ہیں کہ اس کو فتق، تنگیٔ نفس اور نابینائی کی شکایت تھی، وہ کہا کرتا تھا "یہی تو دنیا ہے، یہ ہمارے ساتھ جو چاہے کر سکتی ہے (یعنی جب ہم اپنے نفس کی خواہشات کے غلام ہو کر اس میں پھنس جاتے ہیں) ؎

دنیا بزرگ باشد در دیدۂ غلط بیں　　اندک در چشم احول بسیار می نماید (غنی)

عبدالملک بن سعد کہتا ہے کہ جب میں زہیر البابی کی بینائی چلے جانے کے بعد اس کی مزاج پرسی

کے لئے گیا اور اس سے ہمدردی کا اظہار کیا تو اس نے کہا " یہ میری حالت تم ہی کو بری معلوم ہوتی ہے اب تو میں دنیا کی سیر سے اس قدر سیر ہو چکا ہوں کہ دو پیسے میں بھی اس کی واپسی کی ضرورت نہیں سمجھتا

دنیا خیال خواب ست واین خواب دردانا آسائشے ندارد بہتر ز چشم بستن (کلیم)

ایوب بن معمر کہتا ہے کہ ہارون الرشید نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تھا یکایک ایک تیر اس کے سامنے آ گرا جس کی نوک نہ تھی اور اس پر ایک کاغذ لپٹا ہوا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا۔

إذا شابَ الغُرابُ اتيتُ اهلى وصَارَ القارُ كاللّبنِ الحليبِ

(یعنی) میں شاید اپنے گھر والوں سے اس وقت ملوں گا جب کوا بوڑھا ہو جائے گا اور تارکول دودھ کی طرح سفید ہو جائے گا۔

ہارون الرشید نے حکم دیا کہ ایک دوسرے کاغذ پر اس کا جواب لکھ کر اور اسی تیر پر لپیٹ کر واپس پھینک دیا جائے۔ جواب یہ ہے۔

عَسَى الكربُ الذى اَمْسَيْتَ فيه يكون وراءه فَرَجٌ قريب

امید ہے کہ جس مصیبت میں تم گرفتار ہو اس سے قریب ہی میں راحت و آسانی ہو

کہتے ہیں کہ دو تین روز بعد جب قلعہ فتح ہو گیا تو اس تیر پھینکنے والے کو بھی رہائی ملی جو بیان کیا جاتا ہے کہ دو سال سے قید تھا۔

حسین بن عبدالرحمٰن کا شعر ہے

عسى فرج يكون عسى نعلل انفسنا بعسى

واقرب ما يكون المرء من فرج اذا يئسا

قریب میں خوشی آنے والی ہے اس کی امید پر ہمارا ضمیر گواہی دیتا ہے

مایوسی کے اندھیرے میں سے جو چیز پیدا ہو سکتی ہے وہ امید ہی کی کرن ہے

چہ جائے شکر و شکایت ز نقش نیک و بد است

کہ کس ہمیشہ گرفتارِ غم نہ خواہد ماند (حافظ)

محمد بن حسین کہتے ہیں کہ میں نے مجنوں کو دیکھا کہ بچوں نے اسے مسجد میں چھپنے پر مجبور کر دیا، وہ ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ جب سب بچے بھاگ گئے وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔

اِذَا تَضَایَقَ اَمْرٌ فَانْتَظِرْ فَرَجاً   فَاَصْعَبُ الْاَمْرِ اَدْنَاهُ اِلَى الْفَرَجِ

جب تکلیف کا معاملہ حد سے بڑھ جائے تو اب کشایش کی توقع کرو۔ سخت ترین تکلیف کا اخیر..... خوشی کے ابتدائی دامن سے پیوستہ ہوتا ہے۔

اے دل صبور باش و مخور غم کہ عاقبت
ایں شام صبح گردد و ایں شب سحر شود (حافظ)

حسین بن عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنے وزیر کو اس کے کسی قصور پر ملک بدر کرنے کا حکم دیا۔ وزیر بہت مغموم تھا۔ ایک رات بادشاہ نے سنا کہ کوئی شخص یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

احسن الظن بربك عوّدك   حسنا بالامس سوّى اودك

تیرا رب جس نے کل تیری زندگی کی خزاں کو بہار سے بدل دیا تھا کیا آئندہ کل کے لئے تجھے اس سے حسن ظن کا عادی نہیں بنایا۔

ان ربّاً کان یکفیك الذی   کان بالامس سیکفیك غدك

یاد رکھ وہ رب جو تیرے گذشتہ کل کے لئے کافی تھا آئندہ کل کے لئے بھی کافی ہو جائے گا۔

بادشاہ کو یہ سن کر رحم آیا، اس کی خطا معاف کر دی اور دس ہزار درہم انعام بھی عطا کیا۔

محمد بن ابی رجا مولی بنی ہاشم کہتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی معاملہ میں ناکامی کے غم نے مجھے آگھیرا۔ میں جس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اس کے نیچے کاغذ کا ایک پرزہ نظر آیا جس پر لکھا ہوا تھا۔

یا صاحب الھمّ ان الھمّ منقطعٌ لا تیاسن قد فرج اللہ

اے مبتلائے غم والم انسان یاد رکھ یہ غم رہنے والا نہیں۔ خدائے تعالےٰ کی رحمت و کشائش سے مگر مایوس نہ ہو وہ ایک دن ہو کر رہے گی

ہیچ قفلے نیست در بازار امکاں بے کلید   بشگیہا را کشائش از در یزداں طلب (صائب)

اس کا اثر مجھ پر ایسا ہوا کہ سارا غم دل سے دفع ہو گیا اور کچھ دنوں بعد ہی خدا کی رحمت نازل ہوئی۔

ابو بکر ثقفی کہتا ہے کہ ایک شخص نے غم واندوہ کی حالت میں خواب میں دیکھا کہ کوئی اس کو اس طرح تسکین دے رہا ہے۔

کن للمکارہ للعزاء مقطّعاً	مصائب کے دور کو صبر وتحمل سے کاٹ دے، بہت
فلقل یوم لا تری ما نکرہ	کم دن ایسے ہیں جس میں تیرے صبر کا امتحان نہ ہوتا ہو
ولربّما اتبسم الوفود من الاذی	بسا اوقات تکلیفوں پر دل متبسّم ہو سکتا ہے حالانکہ
وضمیرہ من حرّہ یتاوہ	دل اس کی تپش سے فریاد کرتا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ یہ بیت میں نے یاد کرلی اور بیدار ہونے کے بعد میں اس کا ورد کرنے لگا۔ کچھ زمانہ نہ گذرا کہ رنج وغم کا اندھیرا خدا کے حکم سے دور ہو گیا۔

بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے کہ ذارع کا قول تھا کہ دنیا کو جس سے مراد خواہشات نفسانی ہیں، تین طلاق قطعی لازم ہیں، یہی قول معمر بن مثنی کا بھی ہے۔ عمر بن العلاء اس پر یہ اضافہ کرتا ہے کہ چاہے وہ حسین ترین عورت کیوں نہ ہو۔

جمیلہ ایست عروس جہاں ولے ہشدار	کہ ایں مخدرہ در عقد کسے نمی ماند

یہ کیا ہی اچھے اشعار ہیں

کن للمکارہ بالعزاء معلّقا	فَلَقَلَّ یوم لا تری ما تکرہ

مصائب کے مقابلہ میں صبر وسکون کے ساتھ ڈٹے رہو۔ بہت کم دن ایسے ہیں جب تم پر اذیت نہ آتی ہو

وَلَربّما خزنَ الکریم لسانہ	حذّرا لجواب وانہ لمغوّہ

بہادر انسان اکثر خاموش رہتا ہے، کیونکہ وہ تلخ اور بے اصول جواب سے دور رہنا چاہتا ہے حالانکہ اس کے منہ میں بھی زبان ہے۔

وَلَرُبّما اِشْتَہَرَ الفتی فَتَنَافِتْ	فیہ العیون وانّہ لممّوہ

بہت سے نوجوان قابل رشک حد تک لوگوں کی نظروں میں کھب جاتے ہیں حالانکہ انکی آنکھوں سے کسی پنہاں غم کا اثر محسوس ہو سکتا ہے۔

وَلَرُبَّمَا ابْتَسَمَ الْكَرِيمُ مِنَ الْأَذَى　　وَفُؤَادُهُ مِنْ حَرِّهِ يَتَأَوَّهُ

باوجود انتہائی اذیتوں کے بھی ایک بہادر اور شریف انسان کے ہونٹوں پر تبسم آتا رہتا ہے گو اس کا دل ان کی گرمی سے پگھل کیوں نہ رہا ہو۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت سے میری ملاقات ہوئی تھی جو اپنے ایک مصیبت کے دن کو یاد کر کے کہا کرتی تھی

وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيبِ رَبِّنَا　　أَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِي

اور "مالا" کا دن وہ دن ہے جو میرے رب کی نصرت و مدد کے عجائبات میں سے ہے۔ بیشک اسی نے مجھے کافروں کی بستی کے عذاب سے نجات دلائی۔ عائشہ رضؓ نے اس سے اس کی تفصیل پوچھی تو اس نے کہا "مجھے ایک شادی میں شریک ہونے کا موقع ملا تھا جہاں مجھے دلہن کو حمام کرانے کی خدمت سپرد کی گئی۔ مگر عجیب اتفاق ہے کہ دلہن کے گلے میں جو مالا تھا وہ اتار کر ایک طرف رکھنے کے بعد ہی چیل اٹھالے گئی، لوگوں نے مجھ پر شبہ کیا اور میری جامہ تلاشی لی گئی اور مجھے ننگی تک کر کے دیکھا گیا، میں نے خدائے تعالیٰ سے دعا کی کہ اے پروردگار مجھے اس بلا سے نجات دے۔ چنانچہ ہوا یہ کہ چیل آئی اور مالا ان لوگوں کے سامنے گرا کر چلتی ہوئی۔

احمد بن یحییٰ کے یہ چند اشعار کتبہ دل پر کندہ کرنے کے قابل ہیں۔

مِفْتَاحُ بَابِ الْفَرَجِ الصَّبْرُ　　وَكُلُّ عُسْرٍ مَعَهُ يُسْرُ

خوشی کے دروازہ کی کنجی صبر ہے۔ اور ہر تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔

وَالدَّهْرُ لَا يَبْقَى عَلَى حَالَةٍ　　وَالْأَمْرُ يَأْتِي بَعْدَهُ الْأَمْرُ

زمانہ کبھی ایک حالت پر نہیں رہتا۔ ایک حالت کے بعد دوسری حالت آتی ہے۔

وَالْكُرْهُ تُفْنِيهِ اللَّيَالِي الَّتِي　　يَفْنَى عَلَيْهَا الْخَيْرُ وَالشَّرُّ

مصیبتوں کو روز و شب کی وہ گردش فنا کر دیتی ہے جس کو خیر و شر کا یہ سلسلہ فنا کر رہا ہے

فَكَيْفَ يَبْقَى حَالُ مَنْ حَالُهُ　　يُسْرِعُ فِيهِ الْيَوْمُ وَالشَّهْرُ

وہ حالت ایک ہی طرح پر کیسے باقی رہ سکتی ہے جس پر وقت کا پہیہ تیزی سے چل رہا ہے۔

صبوری مایۂ فیروزی آمد — قوی سرمایۂ بہروزی آمد
صبوری مایۂ امیدت آرد — صبوری دولت جاویدت آرد
بصبر اندر صدف باراں شود دُر — بصبر از لعل و گوہر کاں شود پُر
بصبر از دانہ آرد خوشہ بیروں — زخوشہ رہرواں را توشہ بیروں
بصبر اندر رحم یک قطرۂ آب — شود نہ ماہ را ماہ جہاں تاب

احمد بن ابراہیم کے اشعار ہیں۔

إِذَا اشْتَمَلَتْ عَلَى الْيَأْسِ الْقُلُوبُ — وَضَاقَ لِمَا بِهَا الصَّدْرُ الرَّحِيبُ
وَأَوْطَنَتِ الْمَكَارِهُ وَاطْمَأَنَّتْ — وَأَرْسَتْ فِي أَمَاكِنِهَا الْخُطُوبُ
وَلَمْ تَرَ لِانْكِشَافِ الضُّرِّ وَجْهًا — وَلَا أَغْنَى بِحِيلَتِهِ الْأَرِيبُ
أَتَاكَ عَلَى قُنُوطٍ مِنْكَ غَوْثٌ — يَمُنُّ بِهِ اللَّطِيفُ الْمُسْتَجِيبُ
وَكُلُّ الْحَادِثَاتِ إِذَا تَنَاهَتْ — فَمَوْصُولٌ بِهَا الْفَرَجُ الْقَرِيبُ

یعنی:- جب دلوں پر مایوسی چھا جاتی ہے اور اس چوڑے سینہ میں رہنے والا چھوٹا سا دل تنگ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اندر مصیبتیں مقیم ہو جاتی اور اطمینان سے رہ پڑتی ہیں۔ اور اس کے گوشوں میں حوادث کے رنج لنگر ڈال دیتے ہیں۔ ان مصیبتوں کے بادل کے چھٹنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی عقلمندوں کی عقل اس کی گرہ کشائی سے عاجز آجاتی ہے۔ باوجود اس ناامیدی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کے امید کی بجلی مسکرانے لگتی ہے۔ وہ امید جو تیرے مہربان اور تیری فریاد پر لبیک کہنے والے خدا کی طرف سے ایک احسان عظیم ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے جب حوادث اپنی انتہا کو پہونچ جاتے ہیں تو بہت قریبی مسرت کے ساتھ اس کا انصال ہو جاتا ہے۔

بہنگام سختی مشو نا امید — کہ ابر سیاہ بارد آب سفید (نظامی گنجوی)

ایک قریشی کے کیا خوب اشعار ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ رَبَّكَ لَيْسَ تُحْصٰى　　اَيَادِيهِ الحَدِيثَةُ وَالْقَدِيمَه

تَسَلَّ عن الهموم فليس شيءٍ　　يقيمُ و ما همومك بالمقيمه

لعل الله ينظر بعد هٰذا　　اليك بنظرةٍ منه رحيمه

یعنی:۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیرا پروردگار جس کے قدیم اور تازہ احسانات کو تو گن بھی نہ سکے گا۔ تیرے دل سے رنج وغم کی تاریکی کو دور کردے گا۔ دنیا میں کسی چیز کو قیام نہیں تو رنج کو کیسے قیام ہوگا؟ شاید اس غم کے بعد تجھ پر حق تعالیٰ کی نظر رحمت ہو جائے۔

گو دلبر با شیوۂ مستاں گیرد　　با عاشق خود ہزار دستاں گیرد

نومید مشو ازاں کہ در آخر کار　　ہم عاقبت کار تو آساں گیرد　(قاسم)

ابو بکر وراق نے محمود وراق کے ان اشعار کو نقل کیا ہے۔

يُمَثِّلُ ذو العقل فی نفسه　　مصيبته قبل أن تنزلا

فان نزلت بغتةً لم ترُعْهُ　　لِمَا كانَ فی نفسه مَثَّلا

رای الهم يفضی الی اٰخر　　فصيَّرَ اٰخرهٗ اَوَّلا

وذو الجهل يَامَنُ ايامه　　وينسىٰ مصارعَ من قد خلا

فان بَدَهَتْهُ صروفُ الزمان　　ببعضِ مصائبه اَعْوَلا

وَلو قَدَّمَ الحزمَ فی امره　　يعلمه الصبرُ حسن البلاء

یعنی:۔ ہر ذی شعور مصیبت نازل ہونے سے پہلے اس کا خوفناک تصور اپنے ذہن میں باندھتا ہے جب وہ مصیبت واقعہ کی شکل میں اس پر آن پڑتی ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ایسی خوفناک تو نہیں ہے، رنج واندوہ کا سلسلہ جب اپنی آخری کڑی پہ پہونچ جاتا ہے تو اس کی پہلی کڑی کے پہلے دور (یعنی راحت) سے مل جاتا ہے۔ نادان کی یہ بھی افسوس ناک عادت ہے کہ وہ زمانہ کی افتاد سے قطعی طور پر بے فکر ہو جاتا ہے، نہ وہ گذرے ہوئے سبق آموز احوال کو اپنے ذہن میں باقی رکھتا ہے۔ پھر جب زمانہ کی گردش اچانک طور پر اس کے آگے مصیبت کا ڈرامہ پیش کردیتی ہے تو وہ

چیخ اٹھتا ہے، اگر وہ پہلے ہی سے احتیاط کے اصول کو اپنا دستور العمل بنا لیتا تو صبر و ہمت کا ناخدا اس کو آزمایش کے بھنور سے اپنی کشتی کو سلامت نکال لینے کا گر بتلا دیتا۔

یعقوب بن داؤد کہتا ہے کہ میرے باپ کا بیان ہے کہ خلیفہ مہدی نے ایک کنوئیں میں مجھ کو بند کر دیا تھا اور اس پر ایک قبہ بھی تعمیر کر دیا تھا۔ اس کنوئیں میں میں پندرہ سال تک قید رہا یہاں تک کہ ہارون الرشید کی خلافت کا دور آ گیا۔ ہر روز ایک روٹی اور ایک کوزہ پانی کا ڈول میں رکھ کر مجھے دیدیا جاتا تھا اور نماز کے اوقات کا علم کرا دیا جاتا تھا۔ تیرہویں سال کے شروع میں میں نے کسی شخص کو خواب میں دیکھا جو مجھے یہ شعر پڑھ کر سنا رہا ہے۔

حَنَا علٰی یُوسُفَ رَبُّہٗ فَاَخْرَجَہٗ مِنْ قَعْرِ جُبٍّ وَبَیْتٍ حَوْلَہٗ غُمَمٗ

یعنی:- یوسفؑ پر جب اس کا رب مہربان ہوا تو اسے کنوئیں سے نکال دیا جو غم و اندوہ سے گھرا ہوا ایک گھر تھا۔

میں نے یہ سن کر الحمد للہ کہا اور سمجھا کہ اب آزادی کے دن قریب آ رہے ہیں۔ مگر اس پر ایک سال بھی گذر گیا اور کچھ نہ ہوا۔ پھر دوسرے سال کے شروع میں کوئی شخص مجھے یہ شعر سنا رہا تھا۔

عَسٰی فَرَجٌ یاتی بِہٖ اللّٰہُ انّہ لَہٗ کُلَّ یَوْمٍ فی خلیقتہ امرٗ

یعنی:- امید ہے کہ قریب ہی اللہ کوئی مسرت کا پیام بھیجے کیونکہ کائنات میں ہر روز اسکی ایک نئی شان ہے۔

ایک سال گذرا پھر بھی کچھ نہیں ہوا پھر تیسرے سال کے شروع میں کسی شخص نے یہ شعر پڑھ کر سنایا

عسٰی الکرب الذی امسیت فیہ یکون وراءہٗ فَرَجٌ قریبٌ

فیامَنُ خائفٌ ویَفکُّ عانٍ وَیاتی اھلہ النائی الغریبُ

یعنی:- امید ہے کہ وہ مصیبت جس میں کہ تو گھرا ہوا ہے قریب میں دور مسرت کے ساتھ بدل جائے، تجھ مبتلائے خوف کو امن مل جائے، مبتلائے غم کو غم سے چھٹکارہ ملے، تو جو اپنے اہل و عیال سے دور اور بے وطن ہو گیا ہے اپنے گھر لوٹ جائے۔

جب صبح ہوئی تو کسی نے مجھے آواز دی میں نے خیال کیا کہ شاید نماز کے وقت کی معمولی اطلاع ہے

مگر ایک کالی رسّی میری طرف آرہی تھی جب وہ میرے قریب آگئی تو مجھ سے کہا گیا کہ میں اس کو اپنی کمر میں لپیٹ لوں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، مجھے اوپر لے لیا گیا۔ روشنی سے جب میری آنکھیں دوچار ہوئیں تو میری بینائی جاتی رہی۔ مجھے خلیفہ رشید کے دربار میں لے جایا گیا اور کہا گیا کہ امیرالمؤمنین کو سلام کرو۔ چنانچہ میں نے کہا "السلام علیک یا امیرالمؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ المہدی" یہ خیال کرکے کہ میرا مخاطب خلیفہ مہدی ہے۔ خلیفہ نے کہا میں وہ نہیں ہوں۔ پھر میں نے ہادی کے لفظ کے ساتھ رحمت وبرکت کو ملا کر کہا (یہ خیال کرکے کہ میرا مخاطب شاید خلیفہ ہادی ہے) خلیفہ نے اس سے بھی انکار کیا میں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الرشید۔ خلیفہ نے کہا اب تو نے ٹھیک کہا۔ پھر فرمایا کہ اے یعقوب بن داؤد مجھ سے کسی نے تیری سفارش نہیں کی، البتہ آج رات میں اپنی ایک چھوٹی بچی کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے تھا کہ مجھے وہ زمانہ یاد آیا جب تو مجھے اپنی گردن پر بٹھلایا کرتا تھا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ میں اچھل پڑا اور اسی وقت تیری آزادی کا حکم جاری کیا۔ میں نے کہا آپ نے بڑی سرفرازی فرمائی۔ پھر اس نے مجھے اپنے قریب جگہ دی اور مجھ سے یحییٰ بن خالد کا تذکرہ کیا کہ وہ مجھ سے ڈر کر بھیس بدل کر بھاگ گیا پھر میں نے اسے امان دی۔ وہ مجھ سے حج کو جانے کی اجازت لیکر مکہ گیا اور وہیں وفات پائی۔

روایت ہے کہ یعقوب بن داؤد کی آنکھوں کا علاج کیا گیا جس کی وجہ سے اس کی بینائی عود کرآئی یہ وہی یعقوب تھا جو خلیفہ مہدی کا بہت منہ چڑھا تھا اور اس کے قلب ودماغ پر چھایا ہوا تھا اور اس کے پاس اتنا زیادہ آتا جاتا تھا کہ ایک دن خلیفہ نے خود کہا تھا کہ یعقوب تو شاید پیشاب کے لئے بھی نکلتا ہے تو میری ہی دیوڑھی کو آتا ہے۔

حسین بن عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ بکر بن معتمر نے قیدخانہ سے ابوالعتاہیہ شاعر کو ایک رقعہ لکھا جس میں زمانۂ قید کی طوالت اور فرطِ غم کی شکایت درج تھی جس کے جواب میں ابوالعتاہیہ نے یہ شعر لکھے۔

هِيَ الأيّامُ والغِيَرُ — وَأَمْرُ اللهِ يُنْتَظَرُ

أتَايْئَسُ أن ترىٰ فَرَجاً — فَأَيْنَ اللهُ والقَدَرُ

"یہ تو زمانہ ہے وہ بھی بدلنے والا زمانہ اور خدا کے حکم کا انتظار تو ہر وقت کیا جاتا ہے، کیا تو دورِ کشائش کے آنے سے مایوس ہے؟ پھر خدا اور اس کا فیصلہ کہاں ہے؟

حسین بن عبدالرحمٰن کے شعر ہیں۔

هَلِ الدَّهرُ اِلَّا سَاعَةٌ ثُمَّ تَنقَضِي　　بِمَا كَانَ فِيهَا مِن عَنَاءٍ وَمِن خَفضِ

فهونك لا تخفل مساءة عارض　　ولا فرحة سرّت فكلتا هما تمضي

یعنی:- زمانہ کچھ نہیں ہے مگر ایک گھڑی جو گذر جاتی ہے، اس کے ساتھ اس کا رنج و تعب بھی گذر جاتا ہے۔ اس عارضی رنج یا خوشی کو مستقل نہ سمجھو، یہ دونوں گذر جاتے ہیں"

چوں برق حوادث می گذرد　　اوقات عزیز ما یگاں می گذرد

گر سختیت از جہاں رسد غصہ مخور　　تا چشم بہم زنی جہاں می گذرد (درسا خراسانی)

سلیمان بن زیاد کہتا ہے کہ عمر[1] بن ہبیرہ عراق کا گورنر تھا یزید بن عبدالملک نے اس کو گورنر بنایا تھا جب یزید کا انتقال ہوگیا اور ہشام خلیفہ ہوا تو عمر بن ہبیرہ نے کہا کہ ہشام، عراق کا عامل اب دو شخصوں میں سے ایک کو بنائے گا، سعید جرشی یا خالد بن عبداللہ القسری۔ اگر نصرانیہ کے بیٹے خالد کو بنائے تو وہ ہمارے لئے بلا ہے۔ مگر ہشام نے خالد ہی کو عامل بنایا جس وقت وہ واسط میں داخل ہوا

---

[1] عمر ابن ہبیرہ، حجاج بن یوسف کے ماتحت فوجی کمانڈر تھا پھر عراق و خراسان کا گورنر بنایا گیا۔ سعید جرشی ابن ہبیرہ کی طرف سے خراسان کا عامل تھا مگر بعد میں ابن ہبیرہ سے اس کی بگاڑ ہوگئی اس پر ابن ہبیرہ نے اس کو معزول کر دیا اور اس قدر ایذا دی کہ اس نے زر جرمانہ ادا کیا اگر دل میں ابن ہبیرہ کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ہشام کی خلافت کے ساتھ ابن ہبیرہ گورنری سے معزول کیا گیا اور اس کی جگہ خالد قسری کو دی گئی، خالد نے اسکو گرفتار کر لیا کیونکہ پہلے ہی سے کوئی دشمنی تھی، مگر ابن ہبیرہ کو فرار ہونے کا موقع ملا، پھر اس کو گرفتار کرنے سعید جرشی کو مامور کیا گیا جرشی نے فرات پر ہی ابن ہبیرہ کو آ گھیرا اور اس سے کہنے لگا "کیوں بھائی تمہارا میری نسبت کیا خیال ہے؟" ابن ہبیرہ نے کہا "مجھے یقین ہے کہ تم اپنی قوم کے ایک شخص کو اس کے حوالہ نہ کرو گے جو قسر کے خاندان کا ہے" جرشی نے کہکر کہ ہاں ایسا ہی معاملہ ہے، اسے چھوڑ دیا اور لوٹ گیا (از تاریخ ابن خلدون) مترجم

عمر بن ہبیرہ مسجد میں اذان دیکر نماز کی تیاری کے لئے عمامہ باندھ رہا تھا، اس کے سامنے آئینہ تھا اور وہ عمامہ کو درست کر رہا تھا، اس وقت اسے بتلایا گیا کہ خالد آچکا ہے، چنانچہ خالد نے آتے ہی اس کے قید کرنے کا حکم دے دیا اور اس کو صوف کا لباس پہنایا گیا۔ عمر نے اس سے کہا اب ان ہی حالات سے اہل عراق کو ترے دور میں دوچار ہونا پڑے گا۔ مگر کیا تو ان سختیوں کے لئے خدا کے آگے جوابدہ نہ ہوگا؟

ابوبکر ابن عیاش کہتا ہے خالد قسری[1] جب عمرو بن ہبیرہ کے ساتھ جو کچھ سلوک کرنا تھا کر چکا یعنی اس کو صوف کی قمیص کے بجائے فولاد کی ہتھکڑی اور بیڑی پہنا چکا تو اس کے بعد عمر کا اکثر وقت آیت کریمہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین پڑھنے میں گذرتا تھا کسی شخص نے اس اوراد واذکار کو سن کر کہا تھا کہ عنقریب تیری رہائی کا وقت آرہا ہے۔

سلیمان بن زیاد، عمرو بن ہبیرہ کے قید سے فرار ہونے کے واقعات اس طرح بیان کرتا ہے:۔

عمرو کے چند غلام تھے جنھوں نے پہلے تو ایک مکان قید خانہ کے قریب کرایہ سے لیا، پھر اس میں سے ایک سرنگ قید خانہ تک نکالی، پھر انھوں نے شہر کی فصیل کے بازو ایک باغ کرایہ پر لیا جس رات عمرو کو قید خانہ سے نکالنا تھا سرنگ کو نقب کے ذریعہ قید خانہ سے ملا دیا گیا اب وہ عمرو کو قید خانہ سے سرنگ میں لے چلے وہاں سے مکان میں آئے پھر مکان سے اس باغ میں پہونچا دیا جو فصیل سے ملحق تھا، پھر فصیل کے نیچے سے بھی ایک سرنگ نکالی اور اس طرح شہر سے باہر نکل آئے وہاں عمرو کے لئے ایک گھوڑا تیار رکھا گیا جس پر بیٹھکر وہ فرار ہوگیا جیل کے عملہ کو صبح میں اس کی خبر ہوئی۔ اس کا ان کو پہلے سے کچھ شبہ ضرور تھا جس کی وجہ سے وہ باربار اس کی نگرانی کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد خالد نے سعید جرشی کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا سعید نے اسے پکڑ ہی لیا تھا، اس کے اور اس کے درمیان دریائے فرات حائل تھی مگر عمرو نے جب اس کو اپنی قومی عصبیت کا واسطہ دیا تو اس نے اس کو چھوڑ دیا۔ فرزدق نے یہ چند اشعار اسی پر کہے ہیں:۔

لَمَّا رَأَیْتَ الْأَرْضَ قَدْ سُدَّ ظَهْرُهَا — وَلَمْ یَکُ إِلَّا بَطْنُهَا لَکَ مَخْرَجَا

---

[1] حاشیہ صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے

دعوت الذی ناداہ یونس بعدھا — ثوی فی ثلث مظلمات ففرجا

خرجت ولم یمنن علیک شفاعۃ — سوی ربک البر اللطیف المفرجا

واصبحت تحت الارض قد سرت لیلۃ — وما سار سار مثلھا حین ادلجا

(ترجمہ) جب تونے دیکھا کہ زمین کی پیٹھ تیرے لئے بند کردی گئی ہے اور تیرے نگلنے کیلئے اب زمین کا پیٹ تیار ہے۔ اس وقت تو اس التجا کو پیش کررہا تھا جس کو یونسؑ پیغمبر نے تین طرح کی اندھیریوں میں اپنے رب کے آگے پیش کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غم سے تجھکو رہائی ملی اور تو مصیبت کے جنگل سے نکل آیا حالانکہ تیرا کوئی سفارش کرنے والا نہ تھا سوائے تیرے پروردگار محسن، مہربان اور نجات دہندہ کے۔ اور زمین کے اندر راستہ بنا کر تجھے چلے جانے کا موقعہ دیا۔ اس کی طرح کوئی ..... عجیب واقعہ شاید ہی پیش آیا ہو۔

ابو تجاب کہتا ہے کہ مجھ سے ابن ہبیرہ کے ایک غلام نے بیان کیا کہ جب ہم عمرو کو لیکر قید خانہ سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے تو ہم سیدھے دمشق پہونچے اس وقت اندھیرا ہو چکا تھا۔ ہم مسلمہ بن عبدالملک کے مکان پر پہونچے جس نے ہمیں پناہ دی اور اپنے گھر میں اتارا۔ صبح ہوئی تو نماز صبح مسلمہ نے ہشام ہی کے پیچھے ادا کی اور نماز کے بعد خلیفہ سے گفتگو کرنے کی اجازت چاہی اور ابن ہبیرہ کو بھی ساتھ ہی لیتا گیا جس کو دیکھ کر ہشام نے پوچھا "مسلمہ میں سمجھتا ہوں کہ راتوں رات ابن ہبیرہ تمہارے پاس پہونچ گیا" مسلمہ نے کہا جی ہاں میں نے اسے پناہ دی ہے۔ اب آپ سے میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ انھیں مجھے بخش دیں" خلیفہ نے کہا "اچھا میں نے تمہیں بخش دیا"۔

قطر بن معاویہ علاسی کہتا ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے ابراہیم سے جنگ کی تھی، جب وہ قتل ہوگیا تو ابو جعفر نے مجھے طلب کیا میں روپوش ہوگیا میرا مال و جائداد بحق سرکار ضبط کرلئے گئے۔ میں جنگل جنگل مارا مارا پھر رہا تھا، کبھی قبیلۂ بنی نضر میں پناہ لیتا، کبھی بنی کلاب میں، کبھی بنی فزارہ میں، کبھی بنی سلیم میں پھر وادی قیس کی طرف نکل گیا۔ مگر خوف و ہراس کی یہ حالت تھی کہ زندگی میرے لئے وبال جان تھی۔ تنگ آکر میں نے تہیہ کرلیا کہ ابو جعفر کے آگے میں خود ہی پیش ہوجاؤں اور اپنے گناہ کا اقرار

ؔ مسلمہ بن عبدالملک ہشام بن عبدالملک کا بھائی اور اموی فوج کا سپہ سالار تھا اس کی کمان میں قسطنطنیہ پر زبردست حملے کئے گئے تھے، بلاذری۔

کروں۔ اس لئے میں بصرہ آیا اور اس کے ایک کنارہ کی بستی میں جا اترا۔ وہاں سے میں نے اپنے باپ عمرو بن العلاء کو جو مجھ پر بہت مہربان تھا ایک خط لکھا جس میں اپنے ارادے کا اظہار کرتے ہوئے اس سے مشورہ طلب کیا۔ وہ مجھ سے ملنے آئے اور میری پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو شاید قتل کر دیئے جاؤ گے مگر میں نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا اور وہاں سے نکل پڑا یہاں تک کہ بغداد جا پہونچا۔ بغداد کو ابو جعفر نے ایک شہر بنا دیا تھا اور ابھی اس میں کوئی شخص سوائے خود مہدی کے سوار ہو کر نہیں چل سکتا تھا۔ پھر میں ایک گھر میں جا اترا اور اپنے نوکروں سے کہا کہ میں امیرالمومنین سے ملنے جا رہا ہوں، تین دن تک تم میرا انتظار کرنا اگر میں واپس آ گیا تو ٹھیک ورنہ تم جا سکتے ہو میں وہاں سے چل نکلا اور شہر میں داخل ہوا اور قصر دار الربیع پہونچا، جہاں اور لوگ بھی خلیفہ کے منتظر تھے، کچھ دیر بعد خلیفہ کی سواری آئی اور سنہری محل کے دروازہ کے سامنے ٹھہر گئی۔ اب خلیفہ پیدل چل رہا تھا اور لوگ اس کے پیچھے رواں دواں تھے۔ پھر خلیفہ رک گیا اور لوگ بھی ٹھہر گئے، میں آگے بڑھا اور خلیفہ کو سلام کیا، خلیفہ نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا "قطر بن معاویہ" خلیفہ نے کہا "ہائیں! کیا کہتے ہو، کیا سچ مچ تم وہی ہو؟" میں نے کہا "جی ہاں، میں وہی ہوں" خلیفہ نے اپنے حبشی غلام کو آواز دی اور کہا کہ اس کو نگرانی میں لے لیا جائے، چنانچہ میں گھیر لیا گیا، اب میں پشیمان تھا اور مجھے والد کے آخری الفاظ یاد آ رہے تھے، مگر اب پشیمانی سے کیا ہو سکتا تھا، مجھے قصر ربیع کے اندر پہونچا دیا گیا، پھر اس کے ایک حصہ سنہری محل میں داخل کیا گیا، پھر قلعہ کی طرح ایک مضبوط مکان میں لا کر چھوڑ دیا گیا اور باہر سے دروازہ کو مقفل کر دیا گیا۔ اب میری پشیمانی کی کوئی حد نہ

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۰۶) ۵ خالد قسری ہشام سے پہلے بھی عراق کا گورنر اور ۸۹ھ میں مکہ کا گورنر رہا ہے، فصاحت و بلاغت میں مشہور تھا کہتے ہیں کہ سخی بھی تھا اس کی ماں عیسائی تھی جس کیلئے اس نے گرجا بنوا کر دیا تھا جس کی وجہ سے بعض لوگوں کا یہ خیال کہ اسلامی سلطنتوں میں گرجے دیول وغیرہ بنانے کی اجازت نہ تھی غلط ہو جاتا ہے۔ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں ۱۲۶ھ میں خالد کو کسی الزام میں قتل کر دیا گیا۔ مترجم

تھی مجھے اپنی موت کا یقین ہو چلا تھا اور اپنے آپ پر بہت ملامت کر رہا تھا مگر یہ سب بیکار تھا کیونکہ جو کچھ ہونا تھا سو ہو گیا، جب ظہر کی نماز کا وقت آیا، دروازہ کھلا اور ایک خواجہ سرا میرے لئے وضو کا پانی اور کھانے کا خوان لے آیا، مگر میں نے اس سے کہدیا کہ میں روزہ دار ہوں۔ جب مغرب ہوئی تو پھر میرے لئے پانی لایا گیا میں نے وضو کیا اور نماز پڑھی، شام کی سیاہ چادر نے دنیا کو اپنے دامن میں لپیٹ لیا تھا، میرا دل بھی نا امیدی کی تاریکی میں ڈوب رہا تھا، ایک پہر رات گذری تھی کہ پھر خواجہ سرا کے قفل کھولنے کی آواز آنے لگی، میرا دل خوف کے مارے دھڑک رہا تھا مگر میں اپنے آپ کو تسلی دے رہا تھا، خواجہ سرا آیا اور مجھے اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ میں اس کے ساتھ ہو لیا، اب میں ایک محلسرا کے صحن میں تھا۔ ایک شاندار دالان نظر آیا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا، ہم پردہ کے سامنے کھڑے ہو گئے، ایک خادم پردہ کے اندر سے باہر آیا اور مجھ کو اندر چلنے کے لئے کہا۔ میں نے دیکھا کہ ابو جعفر ایک شاندار گدی پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے بازو ہی میں ربیع کھڑا ہے، ابو جعفر سر نیچے کئے ہوئے تھا گویا کچھ سوچ رہا ہے، پھر سر اٹھایا اور مجھ سے کہا "کہو کیا ماجرا ہے"؟ میں نے کہا "امیر المومنین میں ہی قطر بن معاویہ ہوں، مجھے اقرار ہے کہ میں آپ کے خلاف ناحق رزم آرا ہوا، آپ کی نافرمانی کی اور آپ کے دشمن سے سازش کی اور آپ کے ہاتھ سے حکومت چھیننے کی بیجا کوشش کی، مگر میں اب اپنے کئے پر نادم ہوں اور آپ سے معافی کا طلب گار ہوں، اگر آپ معاف کر دیں تو میں سمجھوں گا کہ میں نے آپ کی جوانمردی سے فائدہ اٹھایا ورنہ میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا یا اگر آپ مجھے سزا دیں تو میں ایک چیونٹی کی طرح مل دیا جا سکتا ہوں جس کا میں مستحق ہوں، خلیفہ خاموش تھا مگر اس کے چہرے سے میں سمجھ رہا تھا کہ میرے الفاظ اس پر اثر کر رہے ہیں۔ پھر اس نے کہا کچھ اور؟ میں نے پھر وہی الفاظ دہرائے، خلیفہ نے سن کر کہا "اچھا جاؤ ہم تمہیں معاف کر دیتے ہیں"، میں نے کہا "امیر المومنین ایک اور معروضہ ہے اب میں آپ کے حکم کے مطابق چلا تو جاتا ہوں مگر پھر آپ کے پاس کیسے پہونچ سکتا ہوں؟ میری زمینات، میرے مکانات حکومت کے قبضہ میں ہیں امیر المومنین چاہیں تو اسے واپس دے سکتے ہیں۔ خلیفہ نے غلام سے کہا "دوات قلم لے آؤ"، پھر اس نے ایک رقعہ

عبدالملک بن ایوب النمیری والئی بصرہ کے نام لکھا یا اور اس پر اپنی مہر کردی کہ قطن بن معاویہ کی جائدادیں واپس کردی جائیں۔ میں جب یہ رقعہ لے کر نکل رہا تھا تو میرے پیچھے پیچھے ربیع بھی آرہا تھا۔ وہ مجھ سے ڈیوڑھی کے باہر ملا اور مبارکباد دی اور اپنے گھر لے گیا اور میری دعوت کی اور مجھے انعام بھی دیا۔ پھر میں اپنے نوکروں کے پاس آیا اور انھیں یہ خوش خبری سنائی۔ انھوں نے خوشی خوشی میرے لئے کشتی کرایہ پر لی جس میں بیٹھکر میں بصرہ روانہ ہوگیا۔

توبۃ العنبری کہتا ہے کہ یوسف[ا] بن عمر نے مجھے مجبور کر کے کسی مشقت پر لگایا تھا پھر مجھے قید کردیا۔ اتنا طویل عرصہ میں قید رہا کہ میرے سیاہ بال سفید ہوگئے۔ ایک رات میرے خواب میں ایک سفید پوش بزرگ آئے اور مجھے اس دعا کی تعلیم کی۔

اسأل اللہ العفو والعافیۃ	اللہ تعالےٰ سے میں عفو و عافیت اور امن کا
فی الدنیا والآخرۃ	خواستگار ہوں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

انھوں نے کہا کہ اس کو تین تین مرتبہ پڑھا کرو۔ جب میں جاگا تو اس دعا کو لکھ لیا کہ شاید بھول نہ جاؤں۔ پھر میں لگاتار نماز پڑھنے لگا حتیٰ کہ صبح ہوگئی اور میں نے نماز فجر پڑھ لی۔ نماز سے فارغ ہونا ہی تھا کہ جیل کا داروغہ آیا اور پکارا کہ توبہ عنبری کہاں ہے؟ میں نے کہا وہ میں ہی ہوں، پھر مجھے یوسف کے پاس لے چلے جس نے مجھے دیکھ کر کہا "توبہ عنبری! اب ہم تمہیں آزاد کرتے ہیں، واقعی تم زیادہ دن جیل بھگتتے ہو؟ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور نکل گیا جیل کے ایک ساتھی کو بھی میں نے یہ دعا سکھلادی تھی، اس کا بیان ہے کہ جب کبھی مجھ پر کوئی مشکل آپڑتی ہے اور میں یہ الفاظ کہتا ہوں وہ مشکل دفع ہوجاتی ہے۔ ایک مرتبہ میں کسی مشکل میں گرفتار ہوگیا مجھے یہ دعا یاد نہیں رہی، مجھے سو کوڑے لگائے گئے پھر یکایک مجھکو یہ دعا یاد آگئی۔ دعا کا پڑھنا

[ا] یوسف بن عمر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں خراسان کا گورنر تھا توبۃ العنبری اس کا مددگار رہا ہے ۱۳۱ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص۵۱۵) مترجم

تھا کہ مصیبت سے نجات ملی۔

ابو عمرو بن العلاء کہتا ہے کہ ایک مرتبہ حج کا زمانہ تھا اور ہم صنعاء (یمن) میں تھے کہ کسی شخص کو یہ شعر پڑھتے سنا۔

رُبَّما تکرہ النفوسُ مِنَ الاُمرِ لہٗ فَرَجَۃ کحلّ العِقَال

یعنی:- بہت سی باتیں ایسی ہیں جن سے لوگ گھبراتے ہیں مگر خدا نے چاہا تو مصیبتیں ایسی کھل جاتی ہیں جیسے اونٹوں کے پیر سے رسّیاں۔

مجھے اس کا قول بہت بھایا۔ اسی طرح میں نے حجاج کے انتقال کی خبر پر کسی کو کہتے ہوئے سنا" میں کس چیز پر خوش ہوں؟ اس شعر کے معنی پر یا حجاج کی موت پر"

عبداللہ بن ہشام الذماری کہتا ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ایک قبر کی مٹی ہٹا رہے تھے وہاں ایک کتبہ پایا جس پر لکھا ہوا تھا۔

اِصْبر لدھرٍ نَالَ منك فھكذا مَضَتْ الدُھورُ
فَرَحٌ وحُزنٌ مَرَّۃً لا الحُزنُ دَامَ وَلا السرورُ

یعنی:- زمانہ کے مصائب پر صبر کرو، دن کسی طرح گذر ہی جاتے ہیں۔ کبھی خوشی ہوتی ہے تو کبھی رنج۔ نہ ہمیشہ رنج رہتا ہے نہ خوشی۔

زحادثات جہانم ہمیں پسند آمد کہ خوب و زشت و بد و نیک درگذریدم (ابن یمین)

ایک قریشی شاعر کہتا ہے۔

جلسنا الدھر اشطرہ ومرت بنا عقب الشدائد والرخاء
فلو نا سف علی دنیا تولت ولو نفرغ الی غیر الدعاء
ھی الایام تکلمنا وتأسو وتاتی بالسعادۃ والشقاء

یعنی:- زمانہ کے خیر و شر کا ہم نے پورا تجربہ کیا۔ ہم پر مصائب بھی آئے اور خوشیاں بھی آئیں۔ دنیا[۲] میں ان پے بہ پے آزمائشوں پر ہم افسوس نہیں کرتے، دعا کے سوا کسی دوسری چیز میں

امن نہیں پاتے۔ زمانہ ہم پر زخم بھی لگاتا ہے اور مرہم بھی لگاتا ہے۔ ہم پر خوش نصیبی اور کم نصیبی دونوں ہی نازل کرتا ہے۔

گل را چہ مجال ست کہ پرسد ز کلال | کز بہر چہ سازی و چرا می شکنی؟

ابراہیم بن مسعود کہتے ہیں کہ مدینہ کے ایک تاجر کا جعفر بن محمد سے اختلاف ہو گیا تھا مگر پھر جب مصالحت ہو گئی تو اس کو اپنا محسن اور رفیق پایا۔ ایک مرتبہ اس نے حالت پریشانی میں جعفر ابن محمد سے زمانہ کی شکایت کی تو جعفر نے اس کو جواب میں کہا۔

فلا تجزع اذا اعسرت یوماً | فقد ایسرت فی الزمن الطویل
ولا تیأس فان الیأس کفرٌ | لعلّ اللہ یغنی عن قلیل
الا تظنن بربک ظنّ سوء | فان اللہ اولی بالجمیل

یعنی:۔ جب[1] کسی روز تجھ پر رنج و غم آپڑے تو اس قدر بے قرار مت ہو جا خیال رکھ کہ بہت سا زمانہ تو تیرا شادمانی میں گذرا ہے۔

نا[2] امید مت ہو، نا امیدی کفر ہے۔ شاید تھوڑے اسباب ہی سے خدا تجھے غنی کر دے۔

اپنے[3] خدا سے برا گمان مت کر۔ خدا تیرے شکر جمیل ہی کا مستحق ہے۔

بفوتِ مطلب چیزے مشو غمیں ز فلک | ستارہ می برد و آفتاب می آرد!

قاسم بن محمد بن جعفر اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

عسی ما تری ان لا یدوم وان تری | لہ فرجاً مما الحّ بہ الدھرُ
عسیٰ فرج یاتی بہ اللہ انہ | لہ کل یوم فی خلیقتہ امرُ
اذا لاح عسرٌ فارجُ یُسراً فانہ | قضی اللہ ان العسر یتبعہ یسرُ

یعنی:۔ تو[1] یہ جو رنج و یاس کو دیکھ رہا ہے وہ ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ اس کی جگہ خوشی آنے ہی والی ہے جس کے لئے زمانہ کی فطرت خود اصرار کر رہی ہے۔

امید[2] ہے کہ قریب میں اللہ تعالیٰ خوشی پہنچائے۔ کیونکہ اس کی کائنات میں ہر روز اس کے لئے

ایک نیا حکم ہے۔

جب تجھے تنگی آدبائے تو اب کشایش کی توقع بھی کر، کیونکہ اللہ تعالٰے کا فیصلہ ہے کہ ہر تنگی کے ساتھ کشایش ہے۔

حسین بن عبدالرحمن کے اشعار ہیں:۔

اذا لم تسامح فی الامور تصبرت ‏ ‏ ‏ علیك فسامح وامزج العسر بالیسر

فلم ار اوقی فی البلاء من التقیٰ ‏ ‏ ‏ ولو ار للمکروہ اشفی من الصبر

اگر حالات تیرے موافق نہیں ہیں اور تجھے تنگ کر رہے ہیں تو تو ہمت و مردانگی سے کام لے اور رنج کی گھڑیوں کو بھی خوشی سے کاٹ دے۔

تقویٰ و پرہیزگاری سے بڑھکر بلا کے لئے کوئی سپر نہیں ہے۔ صبر سے بڑھکر مصیبتوں سے شفا دینے والا کوئی نسخہ نہیں ہے۔

بسرد و گرم جہاں خاطرت چو راضی شد ‏ ‏ ‏ تمام عمر ترا آب سرد و ناں گرم ست (سلیم)

ختم ہوئی کتاب "الفرج بعد الشدۃ" اے اللہ درود و سلام بھیج اپنے برگزیدہ نبی محمدؐ اور ان کی آل پر۔

فَصَارَ شَفَاءٌ لِقَلْبٍ عَلِیلٍ

وَکَانَ ضِیَآءً بِطَرْفٍ کَلِیلٍ

(۴)

ادعیۂ عظیمہ و استغاثات نافعہ

برائے

رفع ہم و غم و خوف و حزن

پیش نظر کتاب میں حافظ ابن ابی الدنیاؒ نے خوف و حزن اور ہم و غم کے دور کرنے کے لئے جو دعائیں اور استغاثے بیان کئے ہیں وہ اس مقصد کے حصول کے لئے کافی ہیں۔ ہم یہاں اس سلسلہ کی چند ادعیہ دعائیں تحریر کر رہے ہیں امید ہے کہ قارئین کو ان سے نفع ہوگا۔ ابتدا میں ہم وہ ساری دعائیں یکجا حاضر کر دینا چاہتے ہیں جن کو "دعاء الفرج" یا "کلمات المکروب" کے عنوان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض کا ذکر متن کتاب میں بھی آچکا ہے:۔

(۱) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰاتِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔

حدیث ابن عباسؓ میں آیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کرب کے وقت یہ دعا پڑھا

کرتے تھے۔ (رواہ البخاری ومسلم وابوعوانہ والنسائی والترمذی وابن ماجہ وغیرہم)

مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امر مہم پیش آتا تو آپ یہ دعا کرتے ابن عوانہ نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ اس کے بعد آپ دعا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاریؒ کی ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ الحلیم الکریم، رَبُّ السَّمٰوٰات السَّبع وربُّ العَرشِ العظیم، الحمد للہ رَبِّ العَالمین، اللّٰھُمَّ انی اعوذ بِکَ من شَرِّ عبادک حسبنا اللہ نِعمَ الوَکیل۔

(۲) اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ سکھا دوں جو تو کرب کے وقت کہا کرے اور پھر آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔ اللّٰہُ اللّٰہُ رَبّی لَا اُشرِکُ بہ شَیْئاً (رواہ ابوداؤد، والنسائی وابن حبان)

طبرانی نے ان الفاظ کی تین بار تکرار بتلائی ہے۔ (واخرجہ ابن ماجہ ایضاً)

حضرت عائشہؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کو جمع کر کے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو غم یا کرب پہونچے تو وہ یوں کہے اللّٰہُ اللّٰہُ رَبّی لَا اُشرِکُ بِہٖ شَیْئاً (رواہ ابن حبان وصححہ)

طبرانی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے بنی ہاشم کے بعض افراد سے دریافت کیا کہ کیا تمہارے ہمراہ غیر ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔

اِذَا اَصَابَ اَحَدُکُم ھَمٌّ اَوْلَاوَاءٌ فلیقل اللّٰہ اللّٰہُ رَبّی الخ جب تم میں سے کسی کو فکر و غم یا سختی پیش آئے تو یہ کہے اللہ اللہ ربی الخ

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے کے دونوں کواڑ پکڑے اور ہم سے فرمایا اے بنی مطلب:۔

اذا نزل بکم کربٌ اوجھد اولاواء فقولوا الخ جب تم پر غم یا رنج یا مشقت یا سختی نازل ہو تو کہو اللہ اللہ ربی الخ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط۔ اس کی اسناد میں ابو یحیی ضعیف ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مجھ کو کسی امر میں کرب نہیں محسوس ہوا کہ جبرئیل ؑ نے متمثل ہو کر مجھے یہ دعا تلقین کی۔

تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ شَرِيكٌ

فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ۔ (اخرجہ الحاکم وقال صحیح الاسناد)

(۴) حضرت ابوبکرہ رفعاً فرماتے ہیں کہ دعائے مکروب یہ ہے:۔

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو، فَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّ أَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ لَا إِلٰهَ

إِلَّا أَنْتَ (رواہ ابن حبان)

اس حدیث کی روایت طبرانی نے "کبیر" میں کی ہے ان الفاظ میں

كَلِمَاتُ الْمَكْرُوبِ: اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو الخ

(۵) ابن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ کو جب کوئی ہم وغم پیش آتا تو آپ اس طرح دعا کرتے یاحیّ ویا قیوم برحمتك استغیث رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد، والترمذی من حدیث انس، والنسائی من حدیث ربیعہ بن عامر۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے غزوہ میں میں نے دیکھا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ ریز ہیں اور عرض کر رہے ہیں یاحی یاقیوم برحمتك استغیث، دو مرتبہ میں نے آپ کو اسی حالت میں دیکھا۔ (رواہ النسائی وقال الحاکم صحیح الاسناد)

یہ کلمہ اسم اعظم الٰہی ہے

(۶) سعد بن ابی وقاص رضؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ حضرت ذوالنون علیہ السلام کی دعا بطن حوت میں یہ تھی۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

جو کوئی مسلمان کسی شے کے لئے یہ دعا کرے تو حق تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ (ہذا لفظ الترمذی وقال الحاکم صحیح الاسناد)

دوسری جگہ اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! کیا یہ دعا خاص یونس ؑ

علیہ السلام ہی کے لئے تھی یا عامہ مومنین کے لئے بھی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کی اس بات پر غور نہیں کیا فَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ (رواہ احمد و ابویعلی الموصلی ایضاً ورواہ النسائی وابن جریر ایضاً بلفظ اسم اللہ الاعظم والذی اذا دعی بہ اجاب واذا سئل بہ اعطی دعوۃ یونس ابن متی)

اس آیت کا پڑھنا غم و ہم و مصائب کے وقت تریاق مجرب ہے، اس کے مجرب ہونے میں کوئی شک یا شبہ نہیں۔ یہ وہ دعا ہے جو قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔

(۷) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی غم و حزن کے وقت یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی فکر کو دور کر دیتا ہے اور حزن کی بجائے فرح و سرور عطا فرماتا ہے۔

اللّٰھُمَّ انی عبدک وابن امتک، ناصیتی بیدک، مَاضٍ فیَّ حکمک، عدلٌ فیَّ قضاؤک اسئلک بکل اسم ھولک سَمَّیت بہ نفسک، او انزلتہ فی کتابک او علّمتہ احداً من خلقک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک ان تجعلَ القرآنَ العظیمَ ربیعَ قلبی و نُورَ صدری وجلاءَ حزنی وذِھاب غمّی وھمّی رواہ ابن حبان واحمد والبزار۔

اس کے آخر میں اس کا بھی ذکر ہے کہ کسی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ہمیں ان کلمات کو سیکھ لینا چاہیئے تو آپ نے فرمایا "ہاں" جو کوئی ان کو سنے وہ سیکھ لے"

وصححہ ابن حبان والحاکم وصححہ۔ مجمع الزوائد میں لکھا ہے: رواہ احمد وابویعلی والبزار والطبرانی و رجال احمد وابی یعلی رجال الصحیح غیر ابی سلمۃ الجھنی وقد وثقہ ابن حبان۔ اس کو طبرانی اور ابن السنی نے بھی حدیث ابوموسیٰ سے ان ہی الفاظ میں روایت کی ہے اور آخر میں کہا ہے کہ کسی نے کہا یا رسول اللہ المغبون من غبن ھؤلاء الکلمات فرمایا: اَجَل، فقولوھن وعلموھن، فانہ من قالھن وعلّمھا الناس ما فیھن اذھب اللہ عنہ کربہ واطال فرحہ۔

(۸) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رفعاً روایت ہے کہ جس نے کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ تو یہ اس کے لئے ننانوے بیماریوں کی دوا ہوگی، ان بیماریوں میں سب سے کم بیماری ہے ہم (فکرورنج)

شوکانی رح فرماتے ہیں کہ یہ ننانوے امراض کا ذکر شفاء ہے، اور اگر اس عدد سے مراد مبالغہ لیا جائے تو یہ جمیع امراض وعلل سے شفایابی کا ذریعہ ہے جن میں سے کم تر مرض "ہم" ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں لفظ "داء" یا مرض عام ہے اور اس سے مراد ہر دار قلب وقالب ہے، اس کی تکرار جسم وجان کے ہر مرض کو دور کرتی ہے۔

(۹) حضرت ابن عباس رضی نے رفعاً کہا ہے، جس نے استغفار کو لازم کر لیا اس کو اللہ ہر تنگی سے باہر نکالتا ہے اور ہر فکر سے نجات بخشتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اس کو وہاں سے پانے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ (اخرجہ ابوداؤد والنسائی وابن حبان وصححہ وابن ماجہ)

نسائی کی روایت اس طرح شروع ہوتی ہے مَنْ اَكْثَرَ مِنَ الْاِسْتِغْفَار یعنی جس نے استغفار کثرت سے کیا۔

شوکانی لکھتے ہیں:-

وفی الحدیث فضیلۃ عظیمۃ وھی ان الاستکثار من الاستغفار فیہ المخرج من کل ضیق والفرج من کل ھم و حصول الارزاق لہ من حیث لا یحتسب ولا یکتسب، ومن اجتمع لہ ذلک عاش فی نعمۃ سالما من کل نقمۃ

حدیث میں فضیلت عظیم آئی ہے یعنی استغفار کی کثرت سے ہر تنگی سے نجات اور ہر فکر وغم سے کشادگی اور ایسی جگہ سے رزق کا حصول جہاں سے گمان بھی نہ ہو یہ سب حاصل ہوتے ہیں اور جس شخص کے لئے یہ سب چیزیں جمع ہو جائیں تو اس کی زندگی نعمت میں گذرتی ہے اور ہر سزا یا بدلہ سے وہ محفوظ رہے گا۔

اس زمانہ میں دو ہی چیزیں دفع ہم وحزن میں نہایت قوی التاثیر وسریع الاثر ثابت ہوئی ہیں

(۱) کثرت استغفار۔ (۲) صدقہ وخیرات۔

استغفار کے متعدد صیغے مروی ہیں، سب کافی وشافی ہیں لیکن سیدالاستغفار کی بہت صفت وثنا آئی ہے، یوں تو ہر کلمہ جو بطریق صحیح ماثور ہے اپنا کام کرجاتا ہے۔ سیدالاستغفار یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وانا علی عھدک ووعدک مااستطعتُ، اعوذ بک من شر ما صنعت اَبُوْءُ لک بنعمتک عَلَیَّ واَبُوْءُ بذنبی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ	اے اللہ تو میرا پروردگار ہے، نہیں ہے کوئی معبود ترے سوا، تو ہی نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک میں استطاعت رکھتا ہوں ترے عہد اور تیرے وعدہ پر قائم ہوں، اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں ان کاموں سے جو میں نے کئے ہیں اور میں اقرار کرتا ہوں تری نعمتوں کا جو مجھ پر مبذول ہیں، اور میں اقرار کرتا ہوں اپنے گناہوں کا، مجھے بخش دے کیونکہ سوائے ترے کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں۔

حق تعالےٰ کا یہ وعدہ مومن کی تسلی کے لئے بہت کافی ہے۔

وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون	اللہ تعالیٰ انھیں عذاب نہ دیگا اگر وہ استغفار کریں

اسی لئے حضرت نوح ؑ نے اپنی امت سے کہا تھا:۔

استغفروا ربکم انہ کان غفارا	اپنے رب سے مغفرت چاہو، بیشک وہ بہت بخشنے والا ہے۔

(۱۰) حضرت ابوسعید رضؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھ کو چین کیونکر آئے جب صاحب قرن (اسرافیل ؑ) منہ میں قرن لئے ہوئے گوش برآواز ہیں کہ کس وقت حکم ایزدی ہو اور میں اس کو پھونکوں"۔ صحابہ کرام پر یہ بات گراں گذری تو آپ نے فرمایا "تمہیں

یوں کہنا چاہیئے حسبنا اللہ و نعم الوکیل علی اللہ توکلنا۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)

اس سے یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آتی ہے جب صور جیسے ہولناک امر کے لئے یہ کلمہ کفایت کرتا ہے تو پھر کسی بلائے حقیر یا غم و حزن کے دفع کرنے کے لئے یہ کیسے کافی نہ ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے جو دعائیں کشف ضرر کے لئے بالکلیہ ثابت ہیں وہ دو ہیں:۔ لَا اِلٰہ اِلَّا انت سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اور حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ ان کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی چیز سے خوف یا حزن کی کیا ضرورت ہے۔ ہر مقصد کے حصول کے لئے یہ ہمیں کافی ہیں:۔

برخدا بگذاشتم ایں کار و بار خویش را　　　　میر ساماں ساختم پروردگار خویش را

اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلم کی ایک حدیث میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب کوئی ہولناک امر پیش آئے یا ناپسند واقعہ ظہور پذیر ہو تو کہنا چاہیئے بِقَدْرِ اللہِ وَ مَا شَاءَ فَعَلَ (رواہ مسلم عن ابو ہریرۃ رفعًا)

نسائی کے الفاظ یہ ہیں:۔

فَاِنْ غَلَبَ عَلَیْکَ امرٌ فقل: قَدَرَ اللہُ وَ مَا شَآءَ صَنَعَ

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی امر دشوار پیش آئے تو یوں کہے:

اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَہٗ	اے اللہ! کوئی کام آسان نہیں جب تک کہ
سَھْلًا وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ	تو اس کو آسان نہ بنا دے اور تو ہی حزن (غم)
سَھْلًا	کو آسان بنا سکتا ہے۔

(رواہ ابن حبان عن انس رفعًا وصحہ)

اب ہم ان چند مشہور دعاؤں کو پیش کرتے ہیں جو رفع ہم و غم و کشائش شدائد کے لئے نافع ثابت ہوئی ہیں۔

(۱) دعائے معراج: جس کی روایت حضرت امام جعفر صادق رضؓ نے کی ہے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی

حسین بن علی بن ابی طالب علیہم اسلام اور وہ یہ ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللّٰھُمَّ
اِنِّیۡ اَسۡأَلُکَ یَا مَنۡ اَقَرَّ لَهٗ
بِالْمَعْبُوْدِيَّةِ كُلُّ مَعْبُوْدٍ، يَا
مَنْ يَحْمَدُهٗ كُلُّ مَحْمُوْدٍ
يَا مَنْ يَفْزَعُ اِلَيْهِ كُلُّ
مَجْهُوْدٍ يَا مَنْ يُطْلَبُ عِنْدَهٗ
كُلُّ مَقْصُوْدٍ يَا مَنْ سَائِلُهٗ
غَيْرُ مَرْدُوْدٍ يَا مَنْ بَابُهٗ
بِسُوَالِهٖ غَيْرُ مَسْدُوْدٍ يَا مَنْ
هُوَ غَيْرُ مَوْصُوْفٍ وَلَا مَحْدُوْدٍ
يَا مَنْ عَطَاءُهٗ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ
وَلَا مَنْكُوْدٍ يَا مَنْ هُوَ لِمَنْ
دَعَاهُ غَيْرُ بَعِيْدٍ وَهُوَ
نِعْمَ الْمَقْصُوْدُ يَا مَنْ
رَجَاءُ عِبَادِهٖ بِحَبْلِهٖ
مَشْدُوْدٌ يَا مَنْ لَيْسَ لَهٗ
شَبِيْهٌ وَلَا مِثْلُهٗ
مَوْجُوْدٌ يَا مَنْ لَيْسَ
بِوَالِدٍ وَلَا مَوْلُوْدٍ يَا
مَنْ لَيْسَ يُوْصَفُ بِقِيَامٍ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال
کرتا ہوں۔ اے وہ ذات جس کی معبودیت کا
وہ تمام معبود جن کی پرستش کی جاتی ہے اقرار
کرتے ہیں، اے وہ ذات جس کی تعریف سارے
محمود کرتے ہیں، اے وہ ذات جس سے سارے
توانا پناہ و چارہ جوئی کرتے ہیں، اے وہ ذات
جس سے تمام مقصود طلب کئے جاتے ہیں، اے
وہ ذات جس کا سائل محروم نہیں رہتا، اے
وہ ذات جس کا درِ سوال بند نہیں ہوتا، اے
وہ ذات جس کا وصف بیان نہیں کیا جا سکتا
اور نہ اس کی کوئی حد ہے، اے وہ ذات جس
کی عطا کا سلسلہ غیر منقطع ہے اور نہ اس میں
عُسر یا کمی ہے، اے وہ ذات جو اپنے پکارنے
والے سے دور نہیں اور وہ کیا اچھا مقصود ہے
اے وہ ذات جس کے بندوں کی آرزوئیں اسی
کی رسنِ واثق سے بندھی ہوئی ہیں اور وہ ٹوٹتی
نہیں، اے وہ ذات جس کا کوئی شبیہ و مشابہ
نہیں اور نہ اس کے مثل و مانند کے لئے کوئی وجود
ہے، اے وہ ذات جو نہ کسی کا باپ ہے اور نہ
کسی کا بیٹا، اے وہ ذات جس کو نہ کھڑا کہا جا سکتا

وَلَا قُعُوْدٍ وَلَا بِحَرَكَةٍ وَلَا بِجُمُوْدٍ
يَا اللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا وَدُوْدُ
يَا رَاحِمَ الشَّيْخِ الْكَبِيْرِ يَعْقُوْبَؑ
يَا غَافِرَ ذَنْبِ دَاؤدَؑ يَا كَاشِفَ
ضُرِّ اَيُّوْبَؑ يَا مُنْجِيَ اِبْرَاهِيْمَ
مِنْ نَارِ النَّمْرُوْدِ، يَا مَنْ لَيْسَ
لَهٗ شَرِيْكٌ وَلَا مَعَهٗ اَحَدٌ
مَقْصُوْدٍ يَا مَنْ لَا يُخْلِفُ الْوَعْدَ
وَيَعْفُوْ عَنِ الْمَوْعُوْدِ يَا مَنْ
بِرُّهٗ وَرِزْقُهٗ لِلْعَاصِيْنَ
مَمْدُوْدٌ، يَا مَنْ هُوَ بَرٌّ
حَلِيْمٌ وَنِعْمَ الْمَقْصُوْدِ
يَا مَنْ هُوَ مَلْجَاءُ كُلِّ مَلْهُوْفٍ
وَمَطْرُوْدٍ، يَا مَنْ اَذْعَنَ لَهٗ
جَمِيْعُ خَلْقِهٖ بِالسُّجُوْدِ،
يَا مَنْ لَيْسَ عَنْ بَابِ جُوْدِهٖ
مَطْرُوْدٌ، يَا مَنْ لَيْسَ اَحَدٌ
مَفْقُوْدٍ، يَا مَنْ لَا يَحِيْفُ فِيْ
حُكْمِهٖ وَيَحْكُمُ عَلَى الظَّالِمِ
الْعَنُوْدِ، اِرْحَمْ عَبْدًا ظَالِمًا
مُخْطِاءً لَمْ يُوْفِ بِالْعُهُوْدِ، اِنَّكَ

ہے نہ بیٹھا اور نہ اس کو حرکت سے موصوف کیا
جاسکتا ہے نہ جمود سے، یا اللہ یا رحمٰن یا ودود
اے پیر مرد بزرگ یعقوبؑ پر رحم کرنے والے، اے
داؤدؑ کی خطا کو عفو کرنے والے، اے ایوبؑ کی
مصیبت کو دور کرنے والے، ابراہیمؑ کو آتش
نمرود سے نجات دینے والے، اے وہ خدا جس کا
کوئی شریک و ہمسر نہیں اور نہ اس کے ساتھ کسی غیر
کا قصد کیا جاسکتا ہے، اے وہ خدا جو وعدہ
خلاف نہیں،
اور جو وعدہ عذاب سے درگذر کرتا ہے، اے
وہ خدا جس کی نیکی اور رزق رسانی گنہگاروں
کے لئے مبسوط ہے، اے وہ خدا جو محسن و بردبار
ہے اور کیا ہی اچھا مقصود ہے، اے وہ خدا
جو تمام عاجزوں اور آواروں کی پناہ ہے، اے
وہ خدا جس کے سامنے ساری خلق نے گردن
جھکا دی ہے، اے وہ خدا جس کے باب کرم
کا کوئی راندہ نہیں، اے وہ خدا جس کے لئے
کوئی مفقود و گم نہیں، اے وہ خدا جس کے
حکم میں ظلم نہیں اور جو ظالم سرکش پر مناسب
حکم کرتا ہے، رحم کر بندہ جفاکار گنہگار پر جس نے
اپنا عہد پورا نہیں کیا، بیشک تو اپنے ارادے

فَعَّالٌ لِّمَا تُرِيْدُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ
يَا اَللّٰهُ يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ
يَا رَحِيْمُ يَا وَدُوْدُ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِحُرْمَةِ هٰذَا
الدُّعَاءِ وَعَظْمَتِهٖ عِنْدَكَ
اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَ
اَنْ تَغْفِرَلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَالْمُسْلِمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ

کا پورا کرنے والا ہے، یا اللہ (۳ مرتبہ) یا
رب (۳ مرتبہ) یا رحیم یا ودود، یا ارحم الراحمین
اے اللہ میں اس دعا کی حرمت وعظمت کے
وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ درود و
سلام نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر، میرے
گناہوں کو بخش دے اور میرے والدین اور
تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما!

علامہ دیربی فرماتے ہیں کہ هذا دعاء عظیم نافع لتفریج الهم والغم وکشف الشدائد والخطوب!

(۱۲) ایک دعا وہ ہے جس کو عبداللہ بن ابی زید القیروانی رحؒ نے نقل کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے بہت سی دعائیں دیکھیں لیکن اس دعا سے زیادہ سریع التاثیر اور سریع الاجابت کوئی دعا محسوس نہیں ہوئی۔ شیخ فقیہ ابواسحاق التونسی ہر سلطان جابر اور ہر جابر و ظالم کے ضرر سے محفوظیت کے لئے یہی دعا استعمال فرماتے تھے اور تمام شدائد و نوائب کے نزول کے وقت اسی دعا سے کام لیتے تھے۔ یہ خاصگان حق کی دعا ہے اور مجربات سے ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اَللّٰهُمَّ
يَا مَوْضِعَ كُلِّ شَكْوٰى وَيَا شَاهِدَ
كُلِّ نَجْوٰى وَيَا عَالِمَ كُلِّ خُفْيَةٍ
وَيَا كَاشِفَ كُلِّ بَلِيَّةٍ يَا مُنْجِيَ
مُوْسٰى وَمُحَمَّدٍ وَاِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ
صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ
اَدْعُوْكَ يَا اِلٰهِيْ دُعَاءَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا اللہ، اے وہ ذات جس سے
ہر مخلوق اپنے اندوہ و آزار کی شکایت کرتی ہے
اے حاضر و ناظر مناجات کے وقت، اے ہر
پوشیدہ شئی کے جاننے والے، اے ہر بلا کے
دفع کرنے والے، اے نجات دینے والے موسیٰ
ومحمدؐ و ابراہیم خلیل علیہم السلام کے، یا الٰہی میں
تجھ سے دعا کرتا ہوں اور تجھ کو پکارتا ہوں اس

مَنِ اشْتَدَّتْ فَاقَتُهُ وَضَعُفَتْ
قُوَّتُهُ وَقَلَّتْ حِيْلَتُهُ دُعَاءَ
الْغَرِيْقِ الْمَلْهُوْفِ الْمَكْرُوْبِ
الْمَشْغُوْفِ الَّذِيْ لَا يَجِدُ بِكَشْفِ
مَا بِهٖ إِلَّا أَنْتَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اِكْشِفْ عَنَّا
مَا نَزَلَ بِنَا مِنْ عَدُوِّنَا وَعَدُوِّكَ
الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَمِنْ هٰؤُلَاءِ
الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ الْبَاغِيْنَ
(أَوْ مِنْ فُلَانٍ الظَّالِمِ إِنْ كَانَ وَاحِدًا)
يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ، وَاغَوْثَاهُ (۳) يَا اللّٰهُ (۳)
اَللّٰهُمَّ يَا بَارِئُ لَا بَارِئَ لَكَ، يَا
دَائِمُ لَا انْفِادَ لَكَ يَا حَيُّ يَا مُحْيِيَ
الْمَوْتٰى يَا قَائِمًا عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ
بِمَا كَسَبَتْ، إِلٰهِيْ أَنْتَ اللّٰهُ
الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ، لَا إِلٰهَ
إِلَّا أَنْتَ إِلٰهًا وَاحِدًا
أَسْأَلُكَ بِالْكَلِمَاتِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا
الْأَمْنَ وَالْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فِي الْأَهْلِ وَالْجَسَدِ

شخص کی پکار جو شدید محتاج ہے اور جس کی قوت کمزو
ہو چکی ہے جس کی تدبیر قاصر ہے، اس شخص کی پکار جو
ڈوب رہا ہے، جو عاجز و مصیبت زدہ ہے اور جو
اس مصیبت کے دفع کرنے کے لئے تیرے سوا کسی
کو نہیں پاتا، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے
ارحم الراحمین دفع فرما جو کچھ ہم پر نازل ہوتا ہے
ہمارے دشمن اور تیرے دشمن کی طرف سے جو شیطان
لعین ہے اور ظالموں کی اس باغی قوم کی طرف سے
(یا فلاں ظالم کی طرف سے، اگر کوئی شخص واحد
اے پروردگار عالم بیشک تو ہر شے پر قادر ہے
اے فریاد رس فریاد ہے (۳ مرتبہ) یا اللہ یا اللہ
یا اللہ! اے اللہ اے خلق کرنے والے تمام مخلوق
کے تجھ کو خلق کرنے والا کوئی نہیں، اے ہمیشہ
رہنے والے تیرے لئے فنا و زوال نہیں، اے
زندہ و پائندہ ذات، اے مُردوں کے جلانے
والے، اے قائم و نگراں ہر نفس کے حال کا جو کچھ
کہ وہ کرتا ہے، الٰہی تو اللہ قوی و جبار ہے، تیرے
سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی معبود یکتا ہے، مانگتا
ہوں تجھ سے تیرے کلمات تامّہ و کاملہ کے ذریعہ
امن، عفو، معافات دائمہ باقیہ دنیا و آخرت میں
اور حق میں اپنے اہل اور اپنے بدن اور مال و اولاد

وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ وَالْمُسْلِمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَارْحَمْنِيْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَ اكْشِفْ عَنِّيْ مَا نَزَلَ بِيْ مِنْ ضُرٍّ وَكُلَّ مَا اَرَدْتَ وَخَلِّصْنِيْ خَلَاصًا جَمِيْلًا يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ

کے اور سارے مسلین کے لئے، اے پروردگار عالم تو ہرشئی پر قادر ہے، اے ارحم الراحمین رحم کر مجھ پر اور دفع فرما ضرر و مصیبت کو اور ان تمام آفات کو جن کا تو ارادہ کرتا ہے اور رہائی بخش ہمیں اچھی رہائی دے پروردگار عالم!

(۱۳)

علامہ دیربی ایک اور دعا کا ذکر کرتے ہیں جو قضائے حوائج کے لئے ایک دعائے عظیم ہے:- اول دو رکعت نماز ادا کریں، اس کے بعد بخلوص نیت حق تعالیٰ کی حمد وثنا کریں اور اپنے گناہوں سے استغفار کریں یعنی الحمد للہ و استغفر اللہ جس قدر ہو سکے حضور قلب کے ساتھ پڑھیں اور دست سوال بلند کر کے یوں کہیں:-

اَللّٰهُمَّ يَا جَامِعَ الشَّتَاتِ، يَا مُخْرِجَ النَّبَاتِ وَيَا مُحْيِيَ الْعِظَامِ الرُّفَاتِ وَيَا مُجِيْبَ الدَّعَوَاتِ وَيَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ وَيَا مُفَرِّجَ الْكُرُبَاتِ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوٰاتٍ وَيَا فَاتِحَ خَزَائِنِ الْكَرَامَاتِ وَيَا مَالِكَ حَوَائِجِ الْعَالَمِيْنَ وَسِعَ سَمْعُكَ الْاَصْوَاتَ وَاَحَاطَ عِلْمُكَ بِكُلِّ شَيْءٍ، اَسْئَلُكَ اَللّٰهُمَّ بِقُدْرَتِكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَبِاسْتِغْنَائِكَ عَنْ جَمِيْعِ خَلْقِكَ وَبِحَمْدِكَ وَ

اے اللہ، اے پراگندوں کے جمع کرنے والے، اے سبزہ زار کے اگانے والے اور اے زندہ کرنیوالے استخوان ریزہ ریزہ کے، اور اے قبول کرنے والے دعاؤں کے اور اے حاجتوں کے برلانے والے اور مشکلات کے دفع کرنے والے سات آسمانوں کے اوپر سے، اور اے درہائے کرامات کے کھولنے والے اور اے برلانے والے مقاصد عالم کے، تری سماعت تمام آرزوؤں پر حاوی ہے اور ترا علم ہرشئی پر محیط ہے، میں سوال کرتا ہوں تیری اس قدرت کے وسیلہ سے جو ہر شئے پر ہے اور تیرے استغنا یا بے نیازی سے جو تجھے تمام خلق سے حاصل ہے اور ترے حمد و

مَجْدِكَ اَنْ تَجُوْدَ عَلَيَّ بِحَاجَتِي	مجد سے کہ تو عطا فرما میری حاجت اور وہ یہ ہے
وَهِيَ كَذَا وَكَذَا	(حاجت کا تعین کرے)

حصول مطلوب میں تاخیر ہو تو اس عمل کی تکرار تین بار یا سات بار کریں انشاء اللہ طالب گوہر مقصود کو ضرور پائے گا واللہ علی کل شئ قدیر

(۱۴)

حضرت سفیان ثوری رح کی یہ دعا بھی نہایت سریع الاجابت ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَاِلٰهَ كُلِّ شَيْءٍ وَوَلِيَّ	اے اللہ، اے ہر شئی کے پروردگار، ہر شئی کے معبود
كُلِّ شَيْءٍ وَخَالِقَ كُلِّ شَيْءٍ وَقَاهِرَ كُلِّ	ہر شئے کے مالک، ہر شئے کے خالق، اے ہر شئے پر
شَيْءٍ بِقُدْرَتِكَ يَا مَالِكَ كُلِّ شَيْءٍ وَالْعَالِمَ	اپنی قدرت سے غالب خدا، اے ہر شئے کے مالک
بِكُلِّ شَيْءٍ وَالْحَاكِمَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَالْقَادِرَ	ہر شئے کے جاننے والے اور ہر شئے پر حاکم اور ہر شئے
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ بِقُدْرَتِكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	پر قادر، اپنی قدرت سے بخش دے مجھے تمام اشیاء
اغْفِرْلِي كُلَّ شَيْءٍ وَهَبْ لِي كُلَّ شَيْءٍ وَلَا	عطا کر مجھ کو جملہ اشیاء، باز پرس نہ کر مجھ سے کوئی شئے
تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ وَلَا تُحَاسِبْنِي بِشَيْءٍ	اور محاسبہ نہ فرما مجھ سے کسی شئے کا۔

(۱۵)

دیربی رح فرماتے ہیں کہ بعض صلحاء اہل تجرید سے منقول ہے کہ جب تجھکو کوئی حاجت پیش آئے تو کسی مسجد کا قصد کر اور اس میں قبلہ رخ ہو کر اس طرح دعا کر:۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ قَصَدْتُ وَبِبَابِكَ	اے اللہ تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا اور تیرے
وَقَفْتُ وَبِجَنَابِكَ اِلْتَجَأْتُ۔	ہی دروازے پر کھڑا ہوں اور تیرے ہی جناب میں
وَاِيَّاكَ سَأَلْتُ وَبِمُحَمَّدٍ	التجا کرتا ہوں اور تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں اور
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ	محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے اور تیرے انبیاء
وَتَوَسَّلْتُ بِاَنْبِيَائِكَ وَاَوْلِيَائِكَ •	واولیاء کے ذریعہ شفاعت کا طلب گار ہوں

اِسْتَشْفَعْتُ، فَاقْضِ اَللّٰهُمَّ حَاجَتِيْ وَنَفِّسْ كُرْبَتِيْ	سو، اے اللہ میری حاجت پوری کر اور میری سختی و رنج کو دور فرما۔

اس کے بعد اپنی حاجت حق تعالیٰ کے حضور میں ادب و تعظیم کے ساتھ پیش کرے، پھر دو رکعت نماز ادا کرے، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قل یا ایہا الکافرون پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ اور معوذتین پڑھے، نماز کے آخری سجدہ میں یہ آیت تلاوت کرے:۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ، فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ۔ (پ ۱۷ ع ۱۵)	اور ایوبؑ کو جس وقت پکارا اس نے اپنے رب کو کہ مجھ پر پڑی ہے تکلیف اور تو ہے سب رحم والوں سے رحم والا، پھر ہم نے سن لی اس کی فریاد، سو دور کر دی جو اس پر تھی تکلیف اور عطا کئے اس کو اس کے گھر والے اور اتنے ہی اور ان کے ساتھ رحمت اپنی طرف سے اور نصیحت بندگی کرنے والوں کو۔

ختم نماز کے بعد قبلہ رو کھڑا ہو جائے اور جوش دل کے ساتھ یہ دعا ورد زبان کرے۔

اَللّٰهُمَّ عِلْمُكَ اَغْنَانِيْ عَنِ الْمَقَالِ وَفَضْلُكَ اَغْنَانِيْ عَنِ السُّؤَالِ اِلٰهِيْ اِنَّ الْعَرَبَ وَالْعَجَمَ اِذَا اسْتَجَارَ بِهَا مُسْتَجِيْرٌ اَجَارَهٗ وَاَنْتَ اِلٰهُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ وَجَمِيْعِ الْاُمَمِ وَقَدِ اسْتَجَرْتُ بِكَ فَاَجِرْنِيْ وَ	یا اللہ تیرے علم و آگاہی نے مجھ کو گویائی سے (یعنی سوال کرنے سے) بے پروا کر دیا اور تیرے فضل نے مجھے طلب سے بے نیاز کر دیا، الٰہی عرب و عجم کا دستور ہے کہ جب کوئی ان سے پناہ چاہتا ہے تو وہ پناہ دیتے ہیں اور تو تمام عرب و عجم اور ساری امتوں کا معبود مطلق ہے اور میں تیری نزدیکی اور پناہ چاہتا ہوں تو مجھے اپنی پناہ دے اور مجھ کو

لَا تَرُدَّنِی خَائِبًا وَلَا تَحْرِمْنِی
وَمِنْ عَثْرَتِی فَاَقِلْنِی وَقَدْ
اَمَّلْتُ مِنْکَ الْاِجَابَۃَ فَاَجِبْنِی
وَاَعْطِنِی اُمْنِیَتِی وَمَا اَطْلُبُہٗ مِنْکَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

اپنے درِ رحمت سے مایوس نہ پھیر اور محروم نہ کر اور میری لغزشوں کو معاف فرما، میں تجھ سے اجابتِ دعا کا امیدوار ہوں، تو میری دعا قبول فرما اور میری آرزو بر لا اور جو کچھ میں تجھ سے طلب کرتا ہوں وہ مجھے عطا فرما اے سب سے زیادہ رحم والے داتا!

اور پھر اپنی حاجت تضرع و ابتہال کے ساتھ پیش کرے، انہ ھو السمیع المجیب

(۱۵)

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب خواص القرآن میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو کوئی حاجت پیش آئے وہ سجدہ میں جا کر کہے:۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی
الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ
مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ
مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ
وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی اللَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ
مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ
وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (پ۳ ع۱۱)

یا اللہ، مالک سلطنت کے، تو سلطنت دے جس کو چاہے اور سلطنت چھین لے جس سے چاہے اور عزت دے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے اور تیرے ہاتھ میں سب خوبی ہے اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرے دن کو رات میں، اور تو نکالے زندہ مردے سے اور نکالے مردہ زندہ سے، اور تو رزق دے جس کو چاہے بے شمار!

پھر کہے:۔

یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اللّٰہُ اَنْتَ اللّٰہُ
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، وَحْدَکَ لَا
شَرِیْکَ لَکَ تَجَبَّرْتَ اَنْ یَکُوْنَ لَکَ وَلَدٌ

یا اللہ، یا اللہ، یا اللہ، تو ہی اللہ ہے وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، واحد، لاشریک! تو بلند و برتر ہے اس امر سے کہ تیرا کوئی بیٹا ہو، تو برتر ہے

وَتَعَالَیْتَ اَنْ یَّکُوْنَ لَکَ شَرِیْکٌ ، وَ	اس امر سے کہ ترا کوئی شریک ہو، تو بزرگ و برتر ہے اس
تَعَاظَمْتَ اَنْ یَّکُوْنَ لَکَ مُشِیْرٌ وَ	امر سے کہ ترا کوئی مشیر ہو، تو پاک ہے اس امر سے کہ تیرا
تَقَدَّسْتَ اَنْ یَّکُوْنَ لَکَ ضِدٌّ وَتَکَرَّمْتَ	کوئی ضد و مقابل ہو، تو عظیم تر ہے اس امر سے کہ تیرا کوئی
اَنْ یَّکُوْنَ لَکَ وَزِیْرٌ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا	وزیر ہو، یا اللہ یا اللہ یا اللہ تو ہی وہ ذات پاک ہے
اَللّٰہُ اَنْتَ الَّذِیْ نَزَّهَتْكَ جَمِیْعُ	جس کی تمام مخلوقات نے تنزیہہ کی ہے، نہ کوئی آنکھ
خَلْقِكَ لَا عَیْنٌ تُدْرِكُكَ وَلَا یُدْرِكُكَ	تجھے دیکھ سکتی ہے اور نہ کوئی نور تجھے پا سکتا ہے، یا اللہ
نُوْرٌ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ اِقْضِ	یا اللہ یا اللہ میری حاجت برلا (اور اپنی حاجت
حَاجَتِیْ (وسیمی ما اراد)	پیش کرے)

حق تعالےٰ کی اس طرح ثنا کرنے سے حاجت مند کے قلب میں یہ یقین راسخ ہو جاتا ہے کہ اس کی حاجت روائی ایسے ملیک مقتدر کے لئے کس قدر آسان ہے اور اس یقین میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ خارجی حالات میں بھی تغیر لازمی طور پر پیدا ہو جاتا ہے، وللہ الحمد!

(۱۶)

علامہ شہاب الدین احمد بن عبداللطیف الشرجی الیمنی نے اپنی کتاب الفوائد فی الصلات والعوائد میں قضائے حاجات کے لئے صلاۃ الکفایۃ کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے:۔

چار رکعت نماز ایک سلام سے ادا کی جائے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی اور سورۂ اخلاص گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھیں ختم نماز کے بعد سجدہ کریں اور یوں دعا کریں۔

اَللّٰھُمَّ یَا کَافِیَ مُحَمَّدٍ صلے اللہ علیہ	اے اللہ جس نے کفایت کی محمدؐ کی اس امر میں جو انھیں
وَسَلَّمَ مَا اَھَمَّہٗ وَغَمَّہٗ وَضَاقَتْ	فکر و غم میں مبتلا کیا اور جن کے رفع کرنے سے اُن کی تدبیر
بِہٖ حِیْلَتُہٗ اِکْفِنِیْ یَا سَیِّدِیْ	قاصر رہی، اے میرے مالک کافی ہو جا میرے لئے
مَا اَھَمَّنِیْ وَغَمَّنِیْ وَضَاقَتْ بِہٖ حِیْلَتِیْ	اس امر میں جو مجھے فکر و غم میں مبتلا کر رکھا ہے اور جس کے
یَا کَافِیَ مَنْ فِیْ سَبْعِ سَمٰوٰتٍ	رفع کرنے سے میری تدبیر قاصر ہے، اے اللہ جو سات

وَسَبعِ اَرضِینَ مَا	آسمانوں اور سات زمینوں کی مخلوق کے لئے اس امر
اَھَمَّھُم وَ غَمَّھُم	میں کافی ہے جو انھیں فکر وغم میں مبتلا کرتا ہے اور جس کے
وَضَاقَت بِہٖ حِیلَتُھُم	دفعیہ کے لئے ان کی تدبیر قاصر ہے: اے میرے
اِکفِنِی یَا سَیِّدِی مَا	مالک کافی ہو جا میرے لئے اس امر میں جو مجھے غم
اَھَمَّنِی وَ غَمَّنِی وَضَاقَت	وفکر میں مبتلا کر رکھا ہے اور جس کے دفع کرنے میں میری
بِہٖ حِیلَتِی	تدبیر قاصر ہے۔

اور اپنی حاجت پیش کرے، تقضی ان شاء اللہ!

(۱۷)

محمد بن درستویہ نے کہا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب میں ان ہی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی صلوۃ الحاجۃ لالف حاجۃ دیکھی اور وہ یہ ہے:۔

دو رکعت نماز پڑھیں۔ رکعت اولی میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ قل یاایہا الکافرون دس مرتبہ اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ قل ہو اللہ احد گیارہ مرتبہ۔ ختم نماز کے بعد سجدہ کرے اور

(۱) درود شریف دس مرتبہ، اور

(۲) سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم دس مرتبہ

(۳) ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار دس مرتبہ

اس کے بعد اپنی حاجت حضور حق میں پیش کرے انشاء اللہ پوری ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ اس نماز کی تعلیم حضرت خضر نے فرمائی تھی۔

(۱۸)

شیخ ابوالقاسم القشیری نے اپنی کتاب آداب الفقراء میں صلاۃ الحاجۃ کی یہ صورت پیش فرمائی ہے اس نماز کی ادائیگی کے لئے تازہ وضو کریں اور چار رکعت پڑھیں دو سلاموں سے:۔

پہلی رکعت میں بعد فاتحہ ربنا اتنا من لدنک رحمۃً وھیّٔ لنا من امرنا رشدا دس مرتبہ

دوسری رکعت میں بعد فاتحہ رب اشرح لی صدری ویسّرلی امری الآیۃ ،،

تیسری رکعت میں بعد فاتحہ فستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللہ، ان اللہ بصیرٌ بالعباد دس مرتبہ۔

چوتھی رکعت میں بعد فاتحہ ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا، انک علٰی کل شیئٍ قدیر دس مرتبہ

بعد فراغ سجدہ کرے اور سجدہ ہی میں کہے لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ۴۰ مرتبہ، پھر اپنی حاجت پیش کرے انشاء اللہ پوری ہوگی۔

(۱۹)

شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب "قول جمیل" میں حاجات مشکلہ کے لئے اس نماز کا ذکر کرتے ہیں:

چار رکعت نماز نفل پڑھے اور

پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد لَا اِلٰہ اِلّا انت سُبْحَانَکَ اِنّی کنت من الظالمین، فاستجبنا لہ ونجیناہ من الغم وکذلک ننجی المؤمنین سو مرتبہ پڑھے

دوسری رکعت میں بعد فاتحہ رب انی مسّنی الضر وانت ارحم الراحمین سو بار پڑھے

تیسری رکعت میں بعد فاتحہ اُفَوِّضُ امری اِلی اللہ اِنَّ اللہ بصیر بالعباد سو بار ،،

چوتھی رکعت میں بعد فاتحہ حسبنا اللہ نعم الوکیل سو بار ،،

سلام پھیر کر رَبِّ انی مَغْلُوبٌ فَانْتَصِر سو بار پڑھے پھر اپنی حاجت پیش کرے

مولانا فرماتے ہیں کہ امام جعفر الصادقؒ نے فرمایا ہے کہ یہ چاروں آیتیں اسم اعظم ہیں جن کے وسیلہ سے طالب جو مانگے پائے اور جو دعا کرے قبول ہو اور مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو ان کے ذریعہ سے مانگے اور نہ پائے!

(۲۰)

شیخ محمد بن علیؒ نے اپنی کتاب خزینۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ امام جعفر الصادقؒ، بایزید بسطامیؒ،

ابوالحسن خرقانیؒ اور شاہ نقشبندؒ تک تمام صوفیائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قضائے حاجات وحصول مرادات ودفع بلا وقہرِ اعدار، وحُسّاد ورفع درجات ووصولِ قربات وظہورِ تجلیات میں اس فائدہ جلیلہ وسرِ غریب کا استعمال تریاق مجرّب ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے:۔

(۱) استغفار سو مرتبہ

(۲) سورۂ فاتحہ سات بار

(۳) درود سو بار

(۴) سورۂ الم نشرح ۷۹ بار

(۵) سورۂ اخلاص ہزار اور ایک بار

پھر (۶) سورۂ فاتحہ سات بار

(۷) درود سو بار

پھر سوالِ حاجت پیش کرے اور مقصود کا طالب ہو، باذن اللہ حاجت پوری ہوگی اور چار دن سے زیادہ تجاوز نہ ہوگا۔ سات دن اس پر مداومت کرے۔ یہ طریقہ نقشبندیہ کا "اعظم الرکن اور افضل اورادؒ" ہے۔ بعد اسم ذات اور نفی واثبات کے، کذا ذکرہ ابوالسعود۔ اس ختم مبارک کے برکات لا محدود ہیں جن کی تفصیل خزینۃ الاسرار میں لکھی گئی ہے۔

(۲۱)

ختمِ خواجگان

اس ختم کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے:۔

(۱) پہلے ہاتھ اٹھا کر ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھے

(۲) پھر سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ سات بار

(۳) درود شریف سو بار

(۴) سورۂ الم نشرح مع بسم اللہ ۷۹ بار

(۵) سورۂ اخلاص با بسم اللہ ہزار و یک بار

(۶) پھر سورہ فاتحہ با بسم اللہ ۷ بار

(۷) پھر درود شریف سو بار

ختم پر فاتحہ پڑھکر ثواب اس ختم کا ان حضرات کی ارواح کو جن کی طرف یہ ختم منسوب ہے بخشے پھر حق تعالیٰ سے ان بزرگوں کے وسیلہ سے حصول مدعا کی درخواست کرے اور جب تک کام نہ ہو مداومت کرے، اس ختم کو خواہ ایک شخص تنہا پڑھے یا زیادہ بطور تقسیم لیکن عدد وتر کی رعایت اولیٰ ہے فاِن اللہ وتر و یحب الوتر۔ علاق ۱۲

خانقاہ مظہری کا دستور یہ تھا کہ بعد فاتحہ آخر کی دعا با آواز بلند پڑھتے تھے کہ ہم نے ان کلمات کا ثواب ارواح طیبات حضرات علیہ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم کو پیش کیا اور ہم حق تعالیٰ سے ان حضرات کے واسطہ سے امداد و اعانت چاہتے ہیں۔

(۲۲)

ختم مجدد شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ

یہ ختم تمام مقاصد کے حصول اور حل مشکلات کے لئے مجرب ہے:۔

اول و آخر سو بار درود پڑھے اور پانسو بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ بلا کم و بیش پڑھے۔ اس ختم کو ہمیشہ پڑھتا رہے یہاں تک کہ مطلب حاصل اور مشکل حل ہو۔

مرزا جان جاناں قدس اللہ سرہٗ نے قاضی ثناء اللہ کو لکھا تھا کہ ختم خواجگان اور ختم مجددیہ رضی اللہ عنہم ہر دن بعد حلقۂ صبح لازم کریں۔

(۲۳)

ختم قادریہ

اس ختم کو مشائخ کرام نے ہر امر مہم کے لئے مجرب فرمایا ہے۔ عروج ماہ میں جمعرات کے دن سے شروع کرے اور مسلسل تین دن پڑھے!

(۱) سورۂ فاتحہ با بسم اللہ

(۲) کلمۂ تمجید سبحان اللہ والحمد للہ ولا إلٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

(۳) درود شریف

(۴) سورۂ اخلاص

ان میں سے ہر ایک کو ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے پھر شیرینی پر فاتحہ پڑھکر اس کا ثواب روح پُرفتوح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و مشائخ طریقت کی نذر کرے اور شیرینی تقسیم کردے۔

(۲۴)

ختم قادریہ (دیگر)

پہلے دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے، پھر ختم نماز پر یہ درود ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰے مُحَمَّدٍ مَعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ پھر شیرینی بر فاتحہ حضرت شیخ جیلی سیدنا عبد القادرؒ پڑھ کر تقسیم کردے۔

(۲۵)

صلوٰۃ کن فیکون

یہ نماز سلسلہ چشتیہ میں مطالب برآری کے لئے نہایت مؤثر اور قوی مانی گئی ہے اور اس لئے اس کا نام صلوٰۃ کن فیکون رکھا گیا ہے جس شخص کو سخت حاجت پیش آئے وہ چہار شنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ کی راتوں میں دو رکعت ادا کرے۔

پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص سو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ سو بار اور سورۂ اخلاص ایک بار اور سو مرتبہ یہ دعا

"اے آسان کنندۂ دشوار یہا واے روشن کنندۂ تاریکیہا"

اور سو مرتبہ درود شریف پڑھے اور حضور دل سے دعا مانگے۔

تیسری یعنی جمعہ کی رات اس طرح دعا کرکے اپنی ٹوپی کو سر سے اتار دے اور اپنی آستین کو اپنی گردن میں ڈالے اور گریہ وزاری کرے اور حق تعالیٰ سے دعا مانگے (انتہیٰ مافی القول الجمیل)

آستین کا گردن میں ڈالنا نماز استسقاء میں تحویل ردا کے مماثل ہے، اظہار تضرع واشعار گردش حال ہے۔ یہ نماز مجموعہ ہے ذکر ودعا اور اعمال متفرقہ کا جن کی اصل سنت میں موجود ہے، مشائخ چشتیہ اس کی تاثیر کا تجربہ کرچکے ہیں۔

اب ہم ان فوائد عظیمہ کو ختم کرتے ہیں اور چند استغاثات کا ذکر کرتے ہیں جو حصول مقاصد وانقضائے حاجات کے لئے نہایت قوی التاثیر ثابت ہوئے ہیں۔

استغاثات نافعہ

(۱)

یہ وہ استغاثہ ہے جو حضرت محمد البکری رحؒ سے منقول ہے

یَا رَبِّ یَا عَالِمَ السَّرَائِرِ یَا مَنْ	اے میرے پالن ہار اور اے جاننے والے دل کے بھیدوں کے
هُوَ لَا غَيْرُهُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ	اے اللہ جس کے سوا کوئی اور لطیف وخبیر نہیں
اِدْرِكْ عَبْدًا ذَلِيلًا حَقِيرًا	تھام لے اس بندۂ ذلیل وخوار کو
مُسْتَجِيرًا وَمَا سِوَاكَ الْمُجِيرُ	پناہ خواہ کو کہ تیرے سوا کوئی پناہ دینے والا نہیں
رَبِّ اِنِّي كَمَا تَرٰى فِي انْكِسَارٍ	اے میرے پروردگار جیسا کہ تو دیکھتا ہے میں نہایت شکستہ حال ہوں۔
اَنْتَ جَبْرِي وَاَنْتَ نِعْمَ النَّصِيرُ	اور تو ہی ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا ہے اور تو ہی اچھا مددگار ہے
حَاشَ لِلّٰهِ اَنْ اُضَامَ وَاِنِّي	قطعاً بعید ہے حق تعالیٰ سے کہ میں ظلم کیا جاؤں اور
لَكَ مِنِّي مِمَّا اَخَافُ اُشِيرُ	کہاں ہے تو کہ جس چیز سے میں خوف کرتا ہوں اشارہ کروں

آہٗ آوَاہٗ یَا اِلٰھِیْ وَحَسْبِیْ	آہ! افسوس اے میرے معبود حقیقی اور اے کفایت کرنے والے
وَمَلَاذِیْ مِنْ سِوَاکَ نَصِیْرٌ	اور اے میری جائے پناہ کہ ترے سوا کون یار و مددگار ہو سکتا ہے
اِنْ تَکُنْ شِدَّتِیْ لِذَنْبٍ فَکَمْ لِیْ	اگر میری سختی و شدت میرے گناہوں کے سبب سے ہے تو
مِنْ ذُنُوْبٍ وَاَنْتَ رَبِّیْ غَفُوْرٌ	میرے گناہ بھی کیا کم ہیں اور تو میرا پروردگار اور بخشنے والا ہے
اَنَا فِیْ شِدَّۃٍ فَفَرِّجْ فَفَرِّجْ	میں سختی میں مبتلا ہوں تو میرے غم کو دور کر اور کشائش فرما
اَنَا فِیْ وَھْمِھَا ذَلِیْلٌ اَسِیْرٌ	میں اس کے وہم و اندیشہ میں خوار و گرفتار رہوں
قَدْ تَوَسَّلْتُ بِالنَّبِیِّ وَحَسْبِیْ	میں نے نبی کریم ﷺ کو وسیلہ بنایا ہے اور یہ میرے لئے کافی ہے
اِنَّہُ الْمُصْطَفَی الْبَشِیْرُ النَّذِیْرُ	بیشک وہ ترا پسندیدہ و برگزیدہ ہے اور خلق کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہے۔
فَعَلَیْہِ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ	اے رب تو ان پر درود و سلام بھیج
مَا اُمِیْطَتْ غَیَاھِبُ وَسُتُوْرُ	جب تک کہ (خلق کو) تاریکیاں اور پردے دور کرتے ہیں (یعنی ہمیشہ ہمیشہ)

(۲)

یہ استغاثہ علامہ جلال الدین سیوطی سے منقول ہے

یَا مَنْ اِلَیْہِ بِجُوْدِہٖ اَتَوَسَّلُ	اے وہ ذات پاک جس کی جود و عطا کو میں اپنا وسیلہ بناتا ہوں
وَاِلَیْہِ فِیْ کُلِّ الْاُمُوْرِ اُعَوِّلُ	اور جملہ امور میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں
اَدْعُوْکَ رَبِّیْ تَضَرُّعًا وَّتَذَلُّلًا	اے میرے پروردگار زار و خوار ہو کر میں تجھ ہی کو پکارتا ہوں
فَاِذَا رَدَدْتَ یَدِیْ فَمَنْ ذَا اَسْأَلُ	اگر تو میرے ہاتھوں کو خالی پھیر دے تو اور کون ہے جس سے میں سوال کروں؟
قَدْ قَادَنِیْ اَمَلِیْ اِلَیْکَ وَدَلَّنِیْ	میری امیدوں نے مجھے تیری ہی طرف کھینچ لیا ہے اور رہبری کی ہے تیری طرف

جُودٌ عَلَيْكَ وَفَاقَةٌ وَتَذَلُّلُ	تیری بندہ نوازی نے اور میری محتاجی و غریبی اور عاجزی نے
وعلمتُ اَنَّكَ لَا تُخَيِّبُ آملاً	اور میں نے یہ جان لیا ہے کہ تو کسی امیدوار کو مایوس نہیں کرتا
اضحى لجُودِكَ يَا كَرِيمُ يُؤَمَّلُ	ہمیشہ ترے کرم کی اے کریم توقع کی جاتی ہے
فَبِنُورِ وَجْهِكَ كُنْ لِذَنْبِي غَافِراً	پس تو اپنی ذات کے نور سے میرے گناہوں کو بخش
فَعَلَيْكَ فِي غُفْرَانِكَ اَتَوَكَّلُ	کہ میں تیری بخشش پر بھروسہ کرتا ہوں۔

(۳)

کیا خوب یہ استغاثہ ہے

يَا رَبِّ مَا زَالَ لُطْفٌ مِنْكَ يَشْمَلُنِي	اے میرے پروردگار ترا لطف ہمیشہ میرے شامل حال رہا ہے
وَقَدْ تَجَدَّدَ بِي مَا اَنْتَ تَعْلَمُهُ	اور وہ شئی جس کو تو ہی جانتا ہے میرے حق میں تجدید کرتی رہتی ہے
فَاصْرِفْهُ عَنِّي كَمَا هُوَ عَوَّدْتَنِي كَرَماً	سو تو اس کو مجھ سے پھیر دے اپنے کرم سے جس طرح کہ تو نے اس کو مجھ پر عاید کیا ہے۔
فَمَنْ سِوَاكَ بِهٰذَا الْعَبْدِ يَرْحَمُهُ	کیونکہ تیرے سوا اس بندہ (عاجز) پر کون رحم کرنے والا ہے؟

(۴)

یہ وہ استغاثہ مبارکہ ہے جس سے حاجت مند کی حاجت رفع ہوتی ہے اور مریض کو شفا نصیب ہوتی ہے

يَا مَنْ يَرَىٰ مَا فِي الضَّمِيرِ وَيَسْمَعُ	اے وہ ذات پاک جو دیکھتی ہے جو کچھ دلوں میں ہے اور سنتی ہے
اَنْتَ الْمُعَدُّ لِكُلِّ مَا يُتَوَقَّعُ	تو ہی مہیا کرنے والی ہے ہر اس چیز کی جس کی توقع کی جاتی ہے
يَا مَنْ يُرْجَىٰ لِلشَّدَائِدِ كُلِّهَا	اے وہ ذات مقدس جو تمام شدائد یا سختیوں میں امیدوں کا مرکز ہے
يَا مَنْ اِلَيْهِ الْمُشْتَكَىٰ وَالْمَفْزَعُ	اور جس کی طرف شکایت یا فریاد کی جاتی ہے
يَا مَنْ خَزَائِنُ رِزْقِهِ فِي قَوْلِ كُنْ	اے وہ خدا جس کے رزق کے خزانے ایک لفظ کن میں ہیں
اُمْنُنْ فَاِنَّ الْخَيْرَ عِنْدَكَ اَجْمَعُ	کرم فرما کہ خیر کثیر تیرے ہی پاس جمع ہے

مَالی سوی فَقْری الیك وَسِیلَة	میرے لیۓ سوائے فقر کے تیری طرف کیا وسیلہ رہ گیا ہے۔
فبالافتقار الیك فقری اَدْفَعُ	اور اسی افتقار کی وجہ سے میں اپنے فقر کو ترے حوالہ کرتا ہوں۔
مَالی سوی قَرعی لبابك حیلةٌ	میرے لیۓ سوا ترا دروازہ کھٹکھٹانے کے اور کیا تدبیر ہے؟
فَلَئِن رُدِدْتُ فایّ باب اَقْرَعُ	اگر تو مجھے دھتکار دے تو پھر میں کس کا دروازہ کھٹکھٹاؤں؟
وَمَنْ ذا الّذی اَدْعُوا وَاَهتفُ باسمہ	اور وہ کون ہے جس کو میں بلاؤں اور اس کا نام لیکر پکاروں
ان کان فضلك عن فَقیرك یمنعُ	اور ترا فضل ترے فقیر سے روک لیا جائے۔
حَاشَا لجودك ان تقیط عاصیًا	ترے جود و کرم سے بعید ہے کہ وہ کسی گنہ گار کو مایوس کردے
اَلفَضل اَجزَلُ وَالمَوَاهِبُ اَوسَعُ	کیونکہ تیرا فضل کثیر اور تیری بخششیں نہایت وسیع ہیں
ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلَی النّبی وَاٰلِہٖ	پھر نبی کریم اور ان کی آل پر صلوٰۃ وسلام
خَیرُ الاَنَامِ وَمَنْ بِہٖ یَتَشَفَّعُ	جو بہترین خلق ہیں اور ان سے ہی شفاعت طلب کیجاتی ہے

(۵)

یہ وہ استغاثہ نافعہ ہے کہ اگر اس کی کوئی دردمند آدھی رات کو اٹھ کر تکرار کرے تو اس کی دعا مستجاب ہو

لَبِسْتُ ثَوبَ الرَّجَاءِ وَالنَّاسُ قَدْ رَقَدُوا	میں نے جامۂ امید پہن لیا ہے اور لوگ سو رہے ہیں!
وَبِتُّ اَشْکُوا الٰی مَولَایَ مَا اَجِدُ	اور میں اپنے مولیٰ سے شکایت کر رہا ہوں اس چیز کی جو میں اپنے اندر پاتا ہوں!
وَقُلْتُ یَا اَمَلِی فِی کُلِّ نَائِبَۃٍ	اور کہہ رہا ہوں کہ ہر نا امیدی میں اے میری امید و آرزو!
وَمَنْ عَلَیہِ لِکَشْفِ الضُّرِّ اَعْتَمِدُ	کون ہے جس پر اپنی بدحالی کے دور کرنے کے لیۓ میں اعتماد کرسکتا ہوں۔
اَشْکُوا اِلَیكَ اُمُورًا اَنْتَ تَعْلَمُھَا	میں ان امور کی تجھ سے شکایت کرتا ہوں جن کو تو جانتا ہے
مَالِی عَلَی حَمْلِھَا صَبْرٌ وَلَا جَلَدٌ	جن کے برداشت کی نہ مجھ میں ہمت ہے اور نہ صبر۔

وَقَدْ مَدَدْتُ يَدِي بِالذُّلِّ مُفْتَقِراً	اور ذلت وخواری کے ساتھ میں نے تیری طرف اپنا ہاتھ پھیلایا ہے
اِلَيْكَ يَا خَيْرَ مَنْ مَدَّتْ اِلَيْهِ يَدٌ	اے وہ ذات قدس جس کی طرف سب ہی ہاتھ پھیلاتے ہیں
فَلَا تَرُدَّنَّهَا يَارَبِّ خَائِبَةً	اے پروردگار ان ہاتھوں کو نا اُمید نہ پھیر
فَبَحْرُ جُودِكَ يَرْوِي كُلَّ مَا يَرِدُ	کیونکہ ترا دریائے جود وکرم ہر وارد کو سیراب کرتا ہے

آخری شعر میں اشارہ ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی طرف

اِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحِي مِنْ عَبْدِهٖ	بیشک حق تعالیٰ دائم الحیات اور کریم ہیں اور انھیں اپنے
اَنْ يَرْفَعَ اِلَيْهِ كَفَّيْهِ ثُمَّ يَرُدَّهُمَا	بندے سے شرم آتی ہے کہ بندہ اپنے دونوں ہاتھ اس کی
صِفْرًا خَائِبَيْنِ !	طرف اٹھائے اور وہ اُن کو خالی اور مایوس پھیر دیں !

(۶)

بعض علماء کے تجربہ میں مندرجہ ذیل استغاثہ قضائے حاجات کے لئے مجرب ثابت ہوا ہے ۔ دردمند کو چاہیئے کہ ان ابیات کو اپنے خاص اوقات میں تکرار کرتا رہے

يَارَبِّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا	اے پروردگار ہمارے کام کی درستی فرما
وَاجْعَلْ مَعُوْنَتَكَ الْحُسْنٰى لَنَا مَدَدًا	اور اپنی اعانت خیر سے ہماری مدد فرما
وَلَا تَكِلْنَا اِلٰى تَدْبِيْرِ اَنْفُسِنَا	اور ہمیں اپنے نفس کی تدبیر کے حوالے نہ کر
فَالنَّفْسُ تَعْجِزُ عَنْ اِصْلَاحِ مَا فَسَدَا	کیونکہ نفس اصلاح فساد سے عاجز ہے
اَنْتَ الْعَلِيْمُ وَقَدْ وَجَّهْتُ مِنْ اَمَلِي	تو جانتا ہے میں نے اپنی امید کا رُخ
اِلٰى رَجَائِكَ وَجْهًا سَائِلًا وَيَدًا	تری طرف کردیا ہے اس حال میں کہ میں سائل ہوں اور تیرے سامنے ہاتھ پھیلانے والا ہوں
وَلِلرَّجَاءِ ثَوَابٌ اَنْتَ تَعْلَمُهٗ	امید کیلئے ثواب یا اجر ہے جس کو تو خوب جانتا ہے ۔
فَاجْعَلْ ثَوَابِي دَوَامَ السَّتْرِ لِي اَبَدًا	تو میرے ثواب کو میرے لئے ہمیشہ کا پردہ پوش کردے !

(۷)

سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو درد مند اِن دو بیتوں کو ۴۰ مرتبہ پڑھکر حق تعالیٰ سے دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوگی اور اس کا درد وغم دفع ہوگا

أَيُدْرِكُنِي ضَيْمٌ وَأَنْتَ ذَخِيرَتِي	کیا مجھ پر ظلم وستم ہوگا حالانکہ تو میرا ذخیرہ یا ساز و سامان ہو؟
وَأُظْلَمُ فِي الدُّنْيَا وَأَنْتَ نَصِيرِي	کیا مجھ پر دنیا میں ظلم کیا جائے گا اور تو میرا یار و مددگار رہو؟
وَعَارٌ عَلَى رَاعِي الْحِمَى وَهُوَ قَادِرٌ	چراگاہ کے محافظ کے لئے یہ بات باعثِ عیب ہوگی کہ
إِذَا ضَاعَ فِي الْبَيْدَاءِ عِقَالُ بَعِيرِ	باوجود قدرت رکھنے کے بیابان میں اونٹ کے زانو باندھنے کی رسی بھی گم ہو جائے!

اشعارِ مناجات

آخر میں ہم فارسی کے کچھ اشعارِ مناجات درج کرتے ہیں جو ذوق وکیف سے قلب کو مملو کر دیتے ہیں اور اجابتِ دعا کے لئے عظیم اثر رکھتے ہیں۔

(۱)

اے ہمہ ہستی ز تو پیدا شدہ
خاکِ ضعیف از تو توانا شدہ

زیر نشینِ عَلَمت کائنات
ما بتو قائم چو تو قائم بذات

ما ہمہ فانی و بقا بس تراست
ملک تعالیٰ و تقدس تراست

یار شوائے مونس غم خوارگاں
چارہ کن اے چارۂ بیچارگاں

قافلہ شد واپسیٔ ما ببیں
اے کس ما بے کسیٔ ما ببیں

بر کہ پناہیم توئی بے نظیر
در کہ گریزیم توئی دستگیر

خدایا نیاید ز من بندگی — کریمی بہ بخشم بشرمندگی
لب و کامے از نالۂ زار پُر — دل و جان از درد صد بار پُر
مکن حُلّہ ام انچہ من رشتہ ام — مکن توشہ ام انچہ من کِشتہ ام
بہر کس پناہم پناہم توئی — نگاہم کہ تقصیر گاہم توی
گرفت تو در حشر دائم شگفت — کہ لطفِ تو بر قہر سبقت گرفت (کاہیدہ شوم ۱۲)
بحشر چو عفوت شود تحفہ بر — کس از من نیاید گراں تحفہ بر
بعصیاں نمی کاہد امید من — بس این مایۂ عیش جاوید من

(ملا نظامی قدس سرہٗ)

(۲)

اے ذاتِ پاکت از ہمہ ماسوا سوا — وز درگہِ تو یافتہ ہر بے نوا نوا
مارا کہ حاصلے نہ بود غیر معصیت — اے وائے گر دہی تو بروزِ جزا جزا
گم گشتگانِ وادیٔ جہلِ مرکّبیم — مارا ز روئے مرحمت اے رہنما نما
از ضعفِ تن چو کاہ بدیوار ماندہ ایم — مارا ز جذبِ عشق تو چوں کہربا ربا
در دم چہار موجۂ دریائے خوں شود — در کشتی کہ نیست درو ناخدا خدا
پنہاں ز خلق تکیہ زدن بر سرِ سریر — بہتر ز طاعتے کہ بود بوریا ریا
قصاب خستہ دل کہ بسوی تو کردہ رو — او را ببخش از در دار الشفا شفا

(قصاب)

(۳)

دردا دردا ھزار دردا دردا — کامروز ندارم خبرت از فردا
فردا چو شوم فرد ز بیگانہ و خویش — رب ارحمنی ولا تذرنی فردا

(جامیؒ)

(۴)

اللہ بہ فریادِ منِ بے کس رس
لطف و کرمت یارِ منِ بیکس بس

ہر کس بکسے و حضرتے می نازد
جز حضرتِ تو نہ دارد ایں بیکس کس

(سلطان ابوالخیرؒ)

(۵)

یارب دلِ ما را تو برحمت جاں دہ
دردِ ہمہ را بصابری درماں دِہ

ایں بندہ چہ داند کہ چہ می باید خواست
دانندہ توئی ہر انچہ خواہی دِہ

(خواجہ عبداللہ انصاریؒ)

(۶)

یارب جدّے کہ کار طاعت آید
یارب جانے کہ جملہ ہمّت زائد

یارب علمے کہ با تو نزدیک کند
یارب علمے کہ جز تو کس ننمائد

(خواجہ عبداللہ انصاریؒ)

(۷)

دارم دلکے غمیں بیامرز و مپرس
صد واقعہ دلگیں بیامرز و مپرس

شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم
اے اکرم اکرمیں بیامرز و مپرس

(حسنؔ دہلوی)

(۸)

یارب بہ نیاز خود ننازم چہ کنم؟
ور نپذیری عجز و نیازم چہ کنم؟

دور افگنی از حریمِ رازم چہ کنم؟
سوئے کہ روم، چہ چارہ سازم چہ کنم؟

(دردؒ)

(۹)

من بندهٔ عاصیم رضائے تو کجاست؟ تاریک دلم نور ضیائے تو کجاست؟
مارا تو بہشت اگر بطاعت بخشی آں بیع بود! لطف و عطائے تو کجاست؟

(خواجہ عبداللہ انصاریؒ)

(۱۰)

یارب زکرم بہ بخش تقصیر ما مقبول بکن نالۂ شبگیرِ ما
پیری و گناہ ماجرائے ست عجیب لطفِ تو کند چارۂ تدبیرِ ما

(سرمد)

(۱۱)

موئے سیاہ را بہ ہوس کردہ ام سفید روئے سفید را بگناہ کردہ ام سیاہ
با من بفضل کار کن اے مفضل کریم از عدل تو بفضل تو آوردہ ام پناہ

(۱۲)

عقوبت مکن عذر خواہ آمدہ ام بر در گہت روسیاہ آمدہ ام
سیاہ مرا ہم تو گرداں سفید مگردانم از در گہت نا امید

(۱۳)

روئے دل سوئے تو دارم چونکہ غم خوارم توئی! چارہ سازی کن مرا چوں چارۂ کارم توئی!
گرچہ صد خواری رسد ہر دم ز دستِ دل مرا من چہ غم دارم عزیزِ من چو غم خوارم توی!

(۱۴)

بر کار بے نوایاں گر یک نظر گماری کار من و چو من صد زاں یک نظر بر آید
ما خاک آستانت داریم و بس کہ مارا کارے اگر بر آید زیں رہ گذر بر آید

(۱۵)

اے جملہ بے کساں عالم را کس　　یک جو کرمت تمام عالم را بس
من بے کسم و تو بیکساں را یارے　　یارب تو بفریاد من بے کس رس

(سلطان ابوالخیرؒ)

(۱۶)

یارب بمحمدؐ و علیؓ و زہراؓ　　یارب بحسینؓ و حسنؓ آل عبا
از لطف برآر حاجتم در دو سرا　　بے منت خلق یا علی الاعلیٰ

(سلطان ابوالخیرؒ)

(۱۷)

رحم کر اپنے نہ آئینِ کرم کو بھول جا　　میں تجھے بھولا ہوں لیکن تو نہ مجھکو بھول جا
خلق کا راندہ ہوا دنیا کا ٹھکرایا ہوا　　آیا ہوں در پر ترے میں ہاتھ پھیلائے ہوا

(۱۸)

یارب ز دو کون بے نیازم گرداں　　وز افسرِ فقر سرفرازم گرداں
در رہِ طلب محرم رازم گرداں　　زاں رہ کہ نہ سوئے تست بازم گرداں

(جامی)

(۱۹)

یارب بتو در گریزم بپذیرم　　در سایۂ لطف لایزالی گیرم
کس راگذر از جادۂ تقدیرِ تو نیست　　تقدیر تو کردۂ بکن تدبیرم

(عراقی)

اشعارِ متفرقہ

(۱)

نوازشِ دلِ ما کن چو دل نواز توئی　　بساز کارِ فقیراں چو کارساز توئی

(۲)

زپا فتادہ ام اے دوست دستگیر مرا　　کہ کار نیست گرفتن فتادگاں را دست

(۳)

ترا چو ہست بحالِ شکستگاں نظرے　　بحالِ ما بنگر کز ہمہ شکستہ تریم

(۴)

جز تو کسے نہ دارم یا غایۃ الامانی　　در کارِ من بجا آر لطفے چنانکہ دانی

(۵)

تو بماں از برائے من بجہاں　　کہ من اندر جہاں ترا دارم!

(۶)

ایچ باب ازیں در طریق رفتن نیست　　کجا رویم ازیں در کدام در داریم

(۷)

پناہے بود ہر کسے را و بندہ　　بجز آستانت پناہے نہ دارم

(۸)

ہر کسے در جہاں کسے دارد　　من ترا دارم و ترا و ترا!

(۹)

نظرے بکن بکارم کہ ز دست رفت کارم   بکسم مکن حوالہ کہ بجز تو کس نہ دارم

(۱۰)

چو خاکِ درت کعبۂ مقصودِ من است   گر رو بسوئے تو نیارم بکہ آرم؟

(۱۱)

رُو بدرگاہِ تو دارم از کرم لطفے نما   دردمندانِ تو ایم از حالِ ما غافل مباش

(۱۲)

تو قبلۂ مقصودِ منی در ہمہ حال   من روئے بکہ آرم و حاجت زکہ خواہم

(۱۳)

بندہ را با تو و لطفِ تو ہزاراں کار است   اعتمادم بکمالِ کرمت بسیار است

(۱۴)

زخواجگانِ جہاں کردہ ایم قطع امید   ہمیں بلطفِ تو داریم امیدواری و بس

(۱۵)

سخن بہ پیشِ کہ گویم چارہ ساز توئی   مرادِ دل زکہ جویم چو دل نواز توئی!

(۱۶)

کرم گر از تو نہ بینم بس از کہ خواہم دید؟   عطا گر از تو نہ یابم پس از کہ خواہم یافت؟

(۱۷)

گر گنہ است کارِ من کارِ تو نیست جز کرم   بر کرمت نوشتہ ام عذر گناہ خویش

(۱۸)

دامن زشرم تا بگریباں کنیم چاک   گر ذیلِ عفو بر گنۂ ما نہ گستری

(۱۹)

هستم ہمہ خطا چہ کنم گر نہ لطفِ تو   آئینِ عفو و رسمِ خطا پوشی آورد

(۲۰)

مائیم بپائے تو درافگندہ سر خویش   وز غایت تقصیر سر انداختہ درپیش

(۲۱)

گرچہ بیچارہ ایم باکے نیست   کرم تست چارہ ساز ہمہ!

(۲۲)

إِذَا نَابَ خَطْبٌ أَوْ أَلَمَّ مُلِمَّةٌ   فَلَيْسَ لَنَا إِلَّا عَلَيْكَ الْمُعَوَّلُ

(۲۳)

وَإِنَّ شَفِيْعِي تَوْبَتِي وَنَدَامَتِي   وَمَعرفتي إِنَّ الْكِرَامَ كِرَامٌ

(۲۴)

لَا شَيْئَ أَعْظَمُ من جُرْمِي سِوَى أَمَلِي   بِحُسْنِ عَفْوِكَ عَنْ جُرْمِي وَعَنْ زَلَلِي

(۲۵)

فليتك تحلو والحياة مريرةٌ   وليتك ترضى وَالأنام غضاب

وليت الذى بيني وبينك عامر   وبيني وبين العالمين خراب

اذا صحّ منك الوُدّ فالكل هيّن   وكل الذى فوق التراب تراب

مُصنّف کی دوسری کتابیں

(۱) قرآن اور تصوف
(۲) قرآن اور تعمیر سیرت
(۳) مراقبات
(۴) رموز اقبال
(۵) فلسفہ کیا ہے؟
(۶) ابطال مادیت
(۷) قنوطیت یا فلسفۂ یاس
(۸) رسالۂ اخلاقیات

تراجم

(۱) رہنمائے قرآن
(۲) تاریخ فلسفۂ اسلام
(۳) تاریخ مسائل فلسفہ
(۴) مقدمہ فلسفۂ حاضرہ
(۵) فلسفہ کی پہلی کتاب
(۶) مقدمہ مابعد الطبعیات
(۷) مولانا ابو الکلام آزاد۔ کتاب التذکرہ
(۸) تہافۃ الفلاسفہ للغزالی